تبٰرک الذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیرا

ماہنامہ الفرقان ربوہ

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

اپریل مئی سنہ ۱۹۶۴ء

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس ۳۰ چالیس ۴۰ ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ جنوری ۱۹۵۶ء)

● حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدِّنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مُسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نُور سے منوّر کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۱ ۷/۵۹)"

(الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینیجر الفرقان ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

تعلیمی تربیتی اور تبلیغی مجلہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

(قمر الانبیاءؓ نمبر)

اپریل۔ مئی ۱۹۶۴ء

ایڈیٹر:۔ ابو العطاء جالندھری
مینیجر:۔ عطاء المجیب راشد

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت ..... چھ روپے
دیگر ممالک ..... تیرہ شلنگ
قیمت پرچہ ہذا:۔ سفید کاغذ دو روپیہ نیوز پرنٹ ...
تاریخ اشاعت۔ ہر ماہ کی دس تاریخ
بدل اشتراک بنام مینیجر پیشگی آنا چاہیئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۴ شمارہ ۴-۵ | ماہنامہ **الفرقان** ربوہ | اپریل مئی ۱۹۶۴ سنہ عیسوی — ذوالقعدہ ذوالحجہ ۱۳۸۳ سنہ ہجری

فہرست محتویات قمر الانبیاءؓ نمبر

اَلْعَظَمَۃُ لِلّٰہِ

وہ واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

انسان اپنی ساری قابلیت اور عظمت کے باوجود ایک **فانی** وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی الحیّ القیّوم ہے انسان کی عظمتوں کا راز اسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقام توحید کو پہچانے۔

وجہِ تخلیقِ کائنات اور انبیاء و مرسلین کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر حضرت صدیق اکبر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نعرۂ حق مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، عظمتِ توحید کا شاہکار ہے۔

مبتلائے آفات اور غمزدہ انسانوں کے لئے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں فرما دیا تھا۔ **تَعَزَّوْا بِيْ فِيْ مَصَائِبِكُمْ**۔ اپنی مصیبتوں میں میرے ذریعہ سے تعزیت حاصل کیا کرو۔ میرے نمونہ کی پیروی کرو اور **میرے** حادثہ کے بعد تمام حوادث پر صبر کرنے کے لئے تیار رہو۔

سیدی حضرت قمر الانبیاء میرزا بشیر احمدؓ کا حادثہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے نہایت صبر آزما حادثہ ہے آپ کو الہام الٰہی میں قَمَرُ الْاَنْبِيَاء قرار دیا گیا تھا (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۶۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہام "يَأْتِيْ قَمَرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَمْرُكَ يَتَاَتّٰى" کو آپ پر چسپاں فرمایا (تریاق القلوب ص۴۲)۔ **۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء** آپ کی تاریخ **ولادت** ہے اور **۲ ستمبر ۱۹۶۳ء** یوم **وفات** ہے۔ اس قریباً پون صدی میں آپ نے انبیاء علیہم السلام کی عظمت کے قیام، اُن کے نوروں کی پیروی و اشاعت کے ذریعہ اور مصیبت زدہ انسانوں کے لئے ٹھنڈی چاندنی کی کیفیت پیدا کر کے واقعی اپنا قمر الانبیاء ہونا ثابت کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کو بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین

زندہ روحانی قومیں توحید کی علمبردار ہوتی ہیں۔ وہ صبر و حوصلہ سے کام لیتی ہیں کسی کی موت و حیات انکے فریضہ میں رخنہ انداز نہیں ہوتی۔ ماتم کرنا ان کا شعار نہیں ہوتا ہاں ارشادِ نبوی کی تعمیل میں وہ اپنے بزرگوں کا ذکرِ خیر کرتی ہیں اور اس طرح نئی پود میں ایک نئی روحانی زندگی پیدا کرنا ان کا مقصود ہوتا ہے۔ اسی غرض سے ماہنامہ الفرقان یہ نمبر شائع کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ہمیشہ کیلئے اس آسمانی دودھ کا اور ان سماوی نوروں کا وارث بنائے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اس دور میں نازل ہوئے ہیں اور ہم سب کو حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کی طرح نبیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

سیدی حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ
بار گاہ رب العزۃ میں

اے ہمارے کریم و مجیب الدعوات خدا! تو اپنے محبوب بندے "بشیر احمد" کی سب دعائیں قبول فرما اور اس پر اپنی رحمتوں کی لازوال بارشیں نازل فرما۔ آمین

— ابوالعطاء —
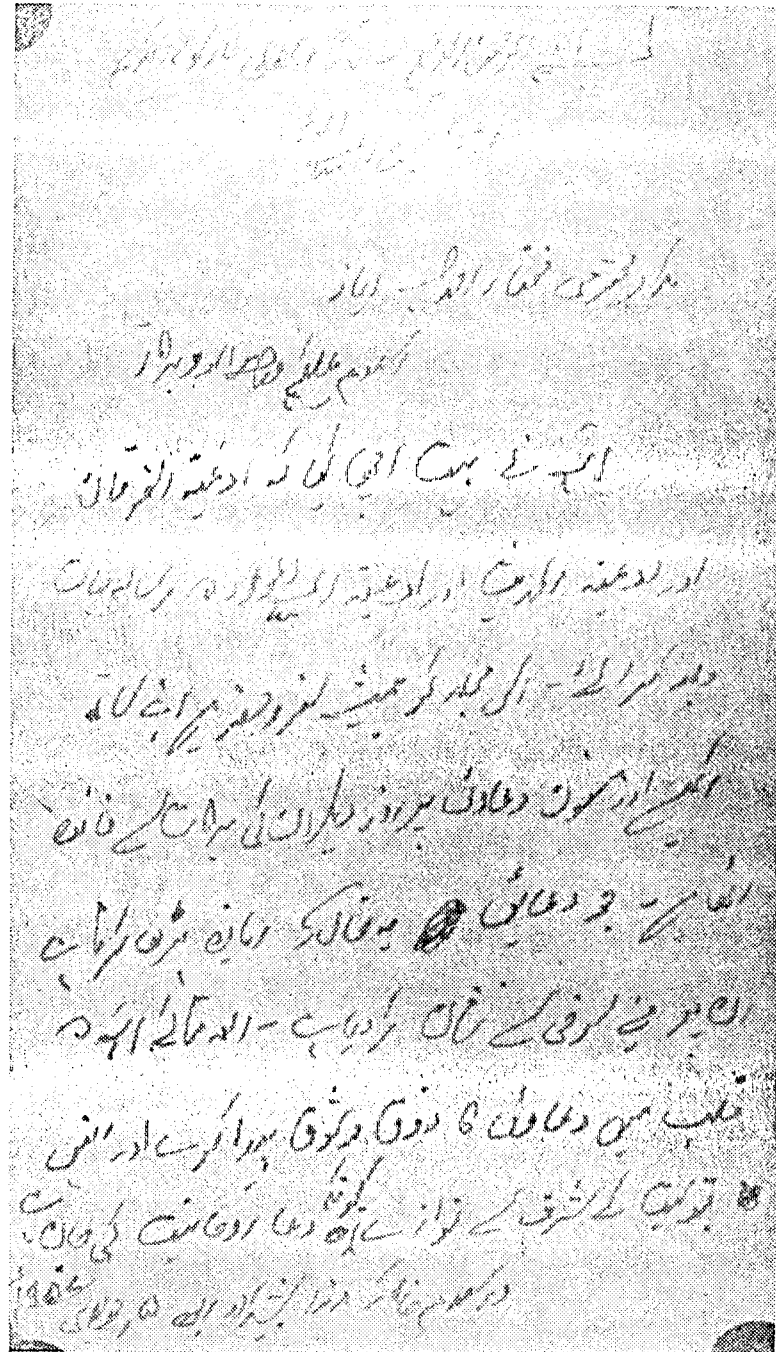
ایک غیبی تحریک

دوستوں کو علمی اور تحقیقی مضامین لکھنے کی دعوت

حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ کی شاندار یادگار

پینتیس ۳۵ عناوین کا بہترین انتخاب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو جماعت کی روحانی تربیت، عملی بہتری اور علمی ترقی کا ہر گھڑی خیال رہتا تھا۔ آپ نے متعدد بار اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائی ہے۔ نوجوانوں کو ہر موقعہ پر اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ ہر میدان میں دوسروں کے لئے نمونہ ثابت ہوں۔

آپ کو ۱۹۵۸ء میں رؤیا میں تحریک کی گئی کہ احمدی نوجوانوں کو تحقیقی مضامین لکھنے اور اسلام و احمدیت کی تائید میں علمی لٹریچر تصنیف کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ اس پر آپ نے الفضل سالانہ نمبر ۱۹۵۸ء نیز ۲ جنوری ۱۹۵۹ء میں دو پُر زور مقالے رقم فرمائے جن میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:۔

(۱) "قلم علم کی اشاعت اور حق کی تبلیغ کا سب سے بڑا اور سب سے اہم اور سب سے مؤثر ترین ذریعہ ہے اور زبان کے مقابلہ پر قلم کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس کا حلقہ نہایت وسیع اور اس کا نتیجہ بہت لمبا بلکہ عملاً دائمی ہوتا ہے۔ زبان کی بات عام طور پر منہ سے نکل کر ہوا میں گم ہو جاتی ہے سوائے اس کے کہ اسے قلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا جائے مگر قلم دنیا بھر کی وسعت اور ہمیشگی کا پیغام لیکر آتی ہے اور پریس کی ایجاد نے تو قلم کو وہ عالمگیر پھیلاؤ اور وہ دوام عطا کر دیا ہے جس کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں کیونکہ قلم کا لکھا ہوا گویا پتھر کی لکیر ہوتا ہے جسے کوئی چیز مٹا نہیں سکتی۔ اور قلم کو یہ مزید خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اسے اپنے منبع کی نسبت کے لحاظ سے کامل یقین کا مرتبہ میسر ہوتا ہے۔ ہمیں بعض اوقات کسی شخص کی طرف سے کوئی بات زبانی طور پر پہنچتی ہے مگر اسکے سننے والوں کی روایت میں اختلاف ہو جاتا ہے مگر جب کسی شخص کے قلم سے کوئی بات نکلے تو پھر اس بات کے منبع اور ماخذ کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ بہرحال اس زمانہ میں جبکہ اسلام کے دشمن اسلام کی تعلیم اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے خلاف ہزاروں لاکھوں رسالے اور کتابیں شائع کر رہے ہیں قلم سے بڑھ کر اسلام کی مدافعت اور اسلام کے پُر امن مگر جارحانہ علمی اور روحانی حملوں سے زیادہ

طاقتور کوئی اور ظاہری ذریعہ نہیں۔

پس اے عزیزو اور اے دوستو اپنے فرض کو پہچانو تم سلطان القلم کی جماعت میں ہو کر اسلام کی قلمی خدمت میں وہ جوہر دکھاؤ کہ اسلاف کی تلواریں تمہاری قلموں پر فخر کریں۔ تمہارے سینوں میں اب بھی سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اور دیگر صحابہ کرام اور قاسم اور قتیبہ اور طارق اور دوسرے فدایانِ اسلام کی روحیں باہر آنے کے لئے تڑپ رہی ہیں انہیں رستہ دو کہ جس طرح وہ قرونِ اولیٰ میں تلوار کے دھنی بنے اور ایک عالم کی آنکھوں کو اپنے کارناموں سے خیرہ کیا اسی طرح اب وہ تمہارے اندر سے ہو کر (کیونکہ خدا اب بھی اُنہیں قدرتوں کا مالک ہے) قلم کے جوہر دکھائیں اور دنیا کی کایا پلٹ دیں۔"

(۲) "مضمون کے انتخاب کے متعلق میرا یہ مشورہ ہے کہ صرف ان مضمونوں کو چنا جائے جو حکیمانہ طریق پر وقت کی کسی اہم ضرورت کو پورا کرنے والے ہوں اور دنیا ان مضمونوں کے لئے پیاسی ہو۔ اور اس تعلق میں یہ خیال روک نہیں بننا چاہئیے کہ کسی مضمون پر کچھ عرصہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کیونکہ زمانہ کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور نہ صرف نئے نئے مسائل بلکہ پرانے مسائل کے نئے نئے پہلو بھی پیدا ہوتے اور سامنے آتے رہتے ہیں۔ کئی مضامین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں لکھے گئے اور نہایت تسلی بخش صورت میں لکھے گئے اور انہوں نے دنیا کی پیاس بجھائی۔ مگر آج ان مسائل کے نئے نئے پہلو پیدا ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے ان پر سوچنا اور ان کے متعلق قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لٹریچر اور دیگر بنیادی لٹریچر سے اصولی روشنی حاصل کر کے زمانہ کے نئے مسائل کو حل کرنا یا پرانے مسائل کی نئی گتھیوں کو سلجھانا جماعت کے خادمِ دین علماء کا کام ہے۔ اقوامِ عالم کی روحیں دلوں کو منور کرنے والی نئی روشنی کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ صدیوں کے تعصب کی وجہ سے وہ اسلام کے نام سے تو ابھی تک بیشتر صورتوں میں متنفر ہیں مگر اسلام کی حقیقت کو اپنانے کے لئے بے چین بھی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نبوت سے معمور کلام جو آج سے پچپن سال پہلے کہا گیا آفتابِ عالمتاب کی طرح اُفقِ مشرق سے بلند ہو کر مغرب کے مرغزاروں میں بزبانِ حال گونج رہا ہے کہ :-

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

یہی حال احمدیت کا ہے کہ جماعت احمدیہ کو بُرا بھلا کہتے ہوئے بلکہ ہر قسم کے فتوے لگاتے ہوئے بھی غیر احمدی دنیا جماعت احمدیہ کے خیالات اور نظریات کو مسلسل اپناتی چلی جاتی ہے۔ یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم کا کرشمہ ہے جس کے پیچھے خدا کی عظیم الشان نصرت اور روح القدس کی زبردست تائید کام کر رہی ہے پس اے عزیزو اور دوستو آگے آؤ اور اپنی قلموں کو اسلام کی تائید میں حرکت دو کہ اس سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی برکت نہیں۔ اس وقت بہت سے اچھوتے اور نیم اچھوتے مضمون تمہاری قلموں کی جنبش کا انتظار

کر رہے ہیں اور سائنس صرف ایک انگلی کے اشارے پر چھلکنے کے لئے تیار ہے اور تمہارے لئے صرف مفت کا اجر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ :-

؎ مفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اس وقت جو مضمون زیادہ توجہ طلب نظر آتے ہیں وہ میرے خیال میں یہ ہیں :-

(۱) بین الاقوامی تعلقات کے متعلق اسلامی تعلیم۔
(۲) بین الاقوامی مصالحت کی شرائط۔
(۳) ملکی اور قومی معاہدات۔
(۴) مذہبی رواداری۔
(۵) دوسری قوموں کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق اسلامی تعلیم۔
(۶) یہ مضمون کہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہر قوم میں رسول آتے ہیں۔
(۷) اسلام اور دیگر شرائع کی باہمی نسبت اور ان کا مقابلہ۔
(۸) یہودیت اور اسرائیلیت کے متعلق اسلامی پیشگوئیاں۔
(۹) مسیح ناصری کے حقیقی اور مزعومہ معجزات۔
(۱۰) وفات مسیح از روئے انجیل و تاریخ۔
(۱۱) اشتراکیت اور سرمایہ داری اور نظام اسلامی کا مقابلہ۔
(۱۲) وحی و الہام کی حقیقت اور اس کا اجراء
(۱۳) ختم نبوت کی حقیقت۔
(۱۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدیم المثال مقام اور آپ کا افضل الرسل ہونا۔
(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات۔
(۱۶) مسیح کے نزولِ ثانی کا وعدہ۔
(۱۷) مسیح موعود کے نزول کی حقیقت
(۱۸) حضرت مسیح موعود کے لٹریچر کی اہمیت اور یہ کہ دوسرے مسلمانوں نے بلکہ دوسری قوموں نے اسے کس طرح غیر شعوری طور پر اپنایا ہے اور اپنا رہے ہیں۔
(۱۹) اسلام میں روحانیت۔
(۲۰) اسلام کی اخلاقی تعلیم۔
(۲۱) اسلام میں جہاد کی حقیقت۔
(۲۲) ضبطِ تولید کا مسئلہ۔
(۲۳) اسلامی پردہ کی حقیقت اور یہ کہ کس طرح پردہ کے باوجود عورتیں ترقی کر سکتی ہیں اور قومی زندگی میں حصہ لے سکتی ہیں۔
(۲۴) تعدد ازدواج اور یہ کہ یہ تعلیم خاص انفرادی اور قومی ضروریات کے لئے ہے اور اس کی خاص شرائط ہیں۔
(۲۵) خلافت کی حقیقت اور اس کی ضرورت اور اہمیت
(۲۶) اسلام کا اقتصادی نظام اور سود اور بیمہ وغیرہ کے مسائل۔
(۲۷) اسلام کا تعزیری نظام۔
(۲۸) ہستی باری تعالیٰ منقول اور معقول طریق پر۔
(۲۹) یوم آخر اور بعث بعد الموت (۳۰) جنت و دوزخ کی

لفظ "قمر الانبیاء" کے معنے

شیعہ صاحبان کے اعتراض کا جواب

جماعت احمدیہ الہام الٰہی کے مطابق حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو قمر الانبیاء سمجھتی ہے جس کے معنے نبیوں کے چاند کے ہیں۔ چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے نبیوں کا چاند نبیوں سے روشنی حاصل کرنے والے کو کہیں گے۔ ان کے متبع اور پیروکار کو کہیں گے۔ گویا نبی سورج ہیں اور ان کے اُمتی ان کی نسبت سے چاند ہیں۔ اس لفظ سے حضرت میاں صاحبؓ کا نبی ہونا بھی لازم نہیں آتا چہ جائیکہ ان سے افضل ہونا ظاہر ہوتا ہو۔ یہ تو صرف اتباع و پیروی کی ایک پیاری تعبیر ہے۔

پہلے احراری رسالہ تبصرہ نے لکھا تھا کہ قمر الانبیاء تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن ہم نے وضاحت سے بتلایا کہ چاند تو سورج سے روشنی لینے والے وجود پر اطلاق پاتا ہے ان معنوں سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو قمر الانبیاء کہنا آپ کی توہین ہے۔ تو "تبصرہ" خاموش ہو گیا۔

اب شیعی رسالہ "معارف اسلام" لکھتا ہے کہ ہم شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ "اپنے اندر بعض ایسے فضائل و محاسن رکھتے تھے جو بعض انبیاء کو تفویض نہ ہو سکے" نیز ہم مانتے ہیں کہ "وہ امام البررۃ یعنی تمام نیکو کاروں کے سردار ہیں وہ خیر البشر ہیں۔ وہ فخر المرسلین ہیں" لیکن اس کے باوجود ان کو "قمر الانبیاء نہیں کہا گیا" (معارف اسلام لاہور مارچ ۶۳ء صفحہ ۱۰) جواباً گزارش ہے کہ شیعوں کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خیر البشر اور فخر المرسلین ماننے کے باوجود قمر الانبیاء نہ کہنا اس وجہ سے نہیں کہ یہ لفظ ان لفظوں سے اعلیٰ تھا بلکہ یا تو اسے حسن اتفاق سمجھئے کہ یہ لفظ شیعہ حضرات کی دست برد سے بچ گیا اور یا ان کی کم علمی اس کا موجب ہے۔

معارف اسلام نے ازراہ ظلمت الٹی گنگا بہاتے ہوئے قمر الانبیاء کے یہ معنے کئے ہیں کہ "جس کی روشنی میں سب نبی صحیح راستہ پاتے رہے ہیں" حالانکہ بات بالکل واضح تھی کہ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے اور والقمر اذا تلاھا کے مطابق اس کا تابع ہوتا ہے چاند بذاتہ روشن نہیں ہے نبی اللہ سے نور پاکر سورج کی حیثیت رکھتے ہیں اور اُمتی اُن سے نور حاصل کرکے چاند قرار پاتے ہیں۔ پس قمر الانبیاء کے صرف یہ معنے ہیں کہ وہ نبیوں سے نور حاصل کرنے والا ہوگا۔ ان کی عظمت و صفات کو پھیلانے والا ہوگا اور اُن کی روشنی میں زندگی بسر کرنے والا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شیعہ صاحبان سے اگر کوئی لفظ بچ گیا ہے تو انہیں اُسے غلط معنے پہنا کر بلاوجہ اشتعال انگیزی کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت بخشے۔ آمین ❊

صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحبؓ

پیکر ایثار و وفا

(از قلم حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب جج عالمی عدالت ہیگ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہیگ ۔
۱۶ مارچ ۱۹۶۴ء

مکرم مولانا ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا والا نامہ مکرمی حافظ صاحب نے خاکسار کو جمعہ کے دن دکھایا تھا ۔ جزاکم اللہ ۔
خاکسار کو یہاں پہنچے ایک ہفتہ ہوا ہے ۔ اور ابھی نئے مقام پر سکونت اختیار کرنے کے دھندے بکھیڑے طے نہیں ہو پائے ۔ پھر اگرچہ میں زبانی تو کچھ جوڑ توڑ کر لیتا ہوں تحریر کی اور خصوصاً اردو تحریر کی مشق نہیں ۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ موضوع میری بساط سے کہیں بلند و بالا ہے تعمیل ارشاد میں چند سطریں ارسال خدمت ہیں ۔ اگر انہیں قابل التفات پائیں تو کام میں لے آئیں ۔

کالج کے زمانے کا ذکر اس لئے کر دیا ہے کہ شائد کوئی اور صاحب اس طرف توجہ نہ فرمائیں ۶۰ سال قبل کے ساتھی اب خال خال باقی ہیں ۔ آخری حصے کی طرف اشارہ اس لئے ضروری ہوا کہ اصل حقیقت تو یا ان کا دل جانتا تھا یا اس دل کا مالک اور پروردگار لیکن کچھ کچھ جھلک اس صابر و صادق دل کی کیفیات کی خاکسار پر بھی روشن ہوتی رہتی تھی .... گو حضرت مرحومؓ زبان پر تو ایک حرف نہ آنے دیتے تھے لیکن محبت و اخلاص کی نگہ سے پورا اخفا بھی ممکن نہ تھا ۔

مکرمی جناب شیخ عبد القادر صاحب نے اپنی تصنیف کے لئے پیش لفظ کی خواہش کی تھی ۔ مجھے تو تامل تھا لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ جو کچھ تم الفرقان کے لئے لکھو وہی پیش لفظ کے طور پر کفایت کریگا ۔

آپ یہ بھی مد نظر رکھ لیں اور اس لحاظ سے بھی جو اصلاح یا اضافہ ضروری یا مناسب ہو فرما لیں ۔

والسلام

خاکسار

ظفر اللہ خان

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اس کی ذرہ نوازی نے اس عاجز کے لئے صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحبؓ کی مشفقانہ رفاقت نصف صدی سے زیادہ عرصہ کے لئے میسر فرما دی۔ اور اس تمام عرصے میں یہ عاجز متواتر اُس پاک اور صافی چشمۂ فیض سے متمتع ہوتا رہا اور اُس بے نفس اور سراپا تن متواضع ہستی کی طرف سے پیہم مورد الطاف و عنایات رہا۔ کبھی ایسا موقعہ پیدا نہ ہوا کہ خاکسار بھی اس محبوب و مشفق رفیق کی حقیر سے حقیر خدمت کی سعادت حاصل کرتا۔ یہ محرومی اس عاجز کے لئے تلخ تاسف کا موجب ہے لیکن ساتھ ہی اُس عالی جناب کے لطف بے پایاں پر شاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُنہیں الید العلیا سے نوازا تھا اور خاکسار کا مشاہدہ اور تجربہ ستّر سال کے سن سے لے کر ستّر سال کی انتہا تک یہی رہا کہ وہ ہاتھ ہر حالت میں بلند و بالا ہی رہا کبھی فضلِ الٰہی نے اسے نیچا نہ ہونے دیا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

یہ تمام کیفیت کچھ خاکسار کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی۔ اَن گنت احباب اس کے مورد و شاہد ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ خویش و درویش' اپنا اور پرایا' جو بھی اس چشمے تک آیا بے سیراب ہوئے نہ لوٹا۔ اگر کبھی کمی رہی تو ظرفِ سائل میں نہ فیضِ ساقی میں۔

الٰہ العالمین جیسے تُو نے اپنے اِس بندے کو دل عطا فرمایا تھا جو تواضع اور شفقت اور تیرے مسکین اور عاجز بندوں کی دلجوئی، غمگساری اور حاجت روائی میں کبھی حد کا رُوا دار نہ تھا ویسے ہی اب تو اُسے جیسے اُس کی التجا تھی بغیر حساب اپنے الطاف و نعماء کا مورد بنا۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی پاکیزہ زندگی سِن شعور سے لے کر دمِ واپسین تک ہمارے لئے ایک نیک نمونہ اور مشعلِ راہ رہی۔ جب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرکولیشن کی سند حاصل کرنے کے بعد آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم جاری رکھنے کیلئے تشریف لائے تو خاکسار بھی گورنمنٹ کالج میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ اُن ایام میں بعض پہلوؤں سے سلسلے کی مخالفت اور جماعت کے ساتھ عناد بہت شدت کا رنگ لئے ہوئے تھے لیکن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا نیک کردار' آپ کا حسنِ سلوک، اعلیٰ خلق اور وقار وہ درجہ رکھتے تھے کہ نہ صرف طلباء بلکہ اساتذہ بھی آپ کے ساتھ تلطف کے ساتھ پیش آتے تھے اور آپ کا احترام کرتے تھے۔ پروفیسروں میں سے مسٹر جی۔ اے وادن تو خاص طور پر آپ کے مدّاح تھے۔ کالج کے زمانے میں صاحبزادہ صاحبؓ نہ صرف جماعت میں حاضری کی پابندی کرتے تھے اور مطالعہ میں توجہ سے مصروفیت رکھتے تھے بلکہ کالج کے دیگر جائز مشاغل میں بھی مناسب حصہ لیتے تھے خاکسار کو یاد پڑتا ہے کہ کھیل تفریح میں سے فٹ بال میں آپ شریک ہوا کرتے تھے۔

موجودہ صورت سے تو خاکسار واقف نہیں لیکن اُس زمانے میں کالج کے ابتدائی سالوں میں ہوسٹل میں رہنے والے طلباء کو سات دیگر طلباء کے ساتھ ایک

کمرے میں رہنا ہوتا تھا۔ صاحبزادہ صاحبؓ بھی چونکہ ہوسٹل میں قیام پذیر تھے اس لئے انہیں بھی یہی صورت درپیش تھی جس میں انہیں خلافِ معمول دقتوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ کھانے کا انتظام بھی ان دنوں ہوسٹل میں کوئی ایسا تسلی بخش نہیں تھا۔ دو وقت سالن اور چپاتی پر گذران تھی۔ لیکن صاحبزادہ صاحبؓ نے اپنا وقت کالج اور ہوسٹل میں نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی سے گزارا۔ نہ ماتھے پر شکن آیا نہ زبان پر حرفِ شکایت۔ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اوسطاً ہر مہینے آپ کے لئے خشک میوہ ایک کنستر بھر کر ارسال فرما دیا کرتی تھیں لیکن حضرت صاحبزادہ صاحبؓ اپنے سب دوستوں کو اس میں شریک فرما لیا کرتے تھے۔ خاکسار کا اندازہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا حصہ اس تبرک میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے حصے سے کہیں بڑھ کر ہوا کرتا تھا۔

غرض کالج کے تمام زمانے میں اگرچہ صاحبزادہ صاحبؓ کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہوا لیکن آپ نے اپنے لئے کسی خصوصیت یا امتیاز کی نہ خواہش کی نہ اسے پسند فرمایا۔ قناعت، فروتنی، حلم اور مسکنت کو شعار رکھا اور یہ صفات عمر بھر آپ کا امتیاز رہیں۔

خاکسار ۱۹۱۴ء کے آخر میں تعلیم سے فارغ ہو کر انگلستان سے واپس آیا اور انگلستان کے قیام کے عرصے میں صاحبزادہ صاحبؓ کی رفاقت سے جو محرومی ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی البتہ کسی قدر بُعدِ مکانی ضرور درپیش آ گیا۔ کیونکہ خاکسار کی رہائش اول دو سال سیالکوٹ میں رہی اور آخر اگست ۱۹۱۶ء میں لاہور میں منتقل ہو گئی۔ لیکن جب قادیان حاضر ہونے کا موقعہ میسر آتا تو خاکسار حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کا مہمان ہوتا۔ یہ صورت سالوں رہی لیکن ایک لحظہ بھر بھی کبھی خاکسار نے اپنے تئیں آپ کے ہاں مہمان شمار نہیں کیا بلکہ ہر لحاظ سے آپ کے گھر کو بے تکلفی میں اپنا ہی گھر محسوس کیا اور آرام میں اسے اپنے گھر سے بہت بڑھ کر پایا۔ اور یہی کیفیت اُن تمام احباب کی بھی ہوا کرتی تھی جو قادیان کے سفر اور قیام کے دَوران میں خاکسار کے رفیق ہوا کرتے تھے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ صاحبزادہ صاحبؓ کے علم و حلم، آپ کے اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ ستودہ میں جلد جلد اضافہ ہوتا گیا۔ اور آپ کے علم اور سرگرمیوں کے میدان وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے۔ بہت جلد خاندانِ مسیح موعودؑ اور سلسلے اور جماعت میں آپ کو ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت حاصل ہو گئی جس کے نتیجے میں آپ کے تعلقات بھی بہت وسیع ہوتے گئے اور تمام جماعت ہی نہیں بلکہ بہت سا طبقہ غیر از جماعت احباب کا بھی آپ کے اخلاقِ حسنہ کا مورد و معترف اور گرویدہ ہوتا گیا۔ ان تفاصیل کا بیان آپ کے سوانح نگار کے ذمے ہے خاکسار کو یقین ہے کہ محترم جناب شیخ عبدالقادر صاحب جنہوں نے اس مقدس فرض کو اپنے ذمے لینے کا اظہار کیا ہے بہت جلد اس سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو کر جماعت اور سلسلہ کو اپنا احسانمند بنائیں گے۔

خاکسار اسی پر کفایت کرتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی ایک نہایت اہم خدمت کی طرف مختصر سا اشارہ کر دے۔ یوں تو صاحبزادہ صاحبؓ کی تمام زندگی ہی

بنی نوع انسان، اسلام اور سلسلے کی خدمت کے لئے وقف رہی اور گوناگوں رنگ میں آپ کو اس خدمت کے مواقع بفضل اللہ میسر آتے رہے جن سے آپ نے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت تندہی اور جانفشانی سے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے استحکام کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا تعلیمی، تربیتی اور اخلاقی فیض ہمیشہ جاری رہے گا اور یہی آپ کی حقیقی یادگار ہوگا لیکن ان سب میں سے ممتاز اور اہم وہ خدمت اور وہ قربانی ہے جو آپ سے حضرت امیر المومنین المصلح الموعود (ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ومتعنا اللہ بطول حیاتہ) کی بیماری کے زمانہ کے ہر لحظے نے طلب کی اور جسے آپ نے حد درجہ بے دریغی اور کمال بے نفسی سے پورا کیا اور سرانجام دیا۔ یہ عرصہ تمام جماعت کے لئے اور درجہ بدرجہ خدام مخلصین کے لئے لیکن سب سے کہیں بڑھ کر اور کئی گنا زیادہ حضرت صاحبزادہ صاحب رضی اللہ عنہ کے لئے صبر آزما اور دردناک طور پر طالب بے نفسی اور تکلیف رساں ہوتا رہا ہے۔ اس تمام عرصے میں جس طور پر آپ نے اپنا جسم اور اپنی روح، اپنے قویٰ اور اپنی استعدادیں، اپنے وسائل اور اپنا وقت، اپنی امنگیں اور اپنے ارادے اپنی صحت اور اپنی زندگی مرضی مولیٰ کے سپرد اور رہن کر رکھیں وہ آپ ہی کا حصہ تھا اور کسی اور سے ممکن نہ ہوتا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری اور تکلیف کا احساس اور اس کا درد اور کرب ایک طرف، جماعت کے غم اور پریشانی میں ہر کس و ناکس کے درد کا احساس اور ہر کسی کی دلجوئی اور غمخواری اور حوصلہ افزائی دوسری طرف، سلسلے کی بہبودی اور ترقی اور اس کے مختلف شعبوں کی کارگزاری کے متعلق مشوروں اور نصائح کی ذمہ واری تیسری طرف، نازک خیالات اور نازک احساسات کی پاسداری چوتھی طرف، غرض دل۔ دماغ۔ فکر۔ روح سب پر کاریار حاوی تھا۔ کارِ خویش کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ کاریار ہی کارِ خویش بن چکا تھا۔ سر و جان اسی کے لئے وقف ہو چکے تھے اور اسی میں محو تھے۔ دل بھر آتا تھا، آنسو بہہ پڑتے تھے، جگر خون ہو کے رہ جاتا تھا، لیکن لا نقول الا ما یرضی ربنا والی کیفیت تھی۔ اپنے مقدس باپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہر لحظہ پیش نظر تھا۔

اندریں رہ دردِ سر بسیار نیست

جان بخواہد دادنش بسیار نیست

بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے عمل اور کردار سے ایک حقیقت ثابت کر کے دکھا دیا۔ ہر لحظہ جان دی اور مسکرا دیئے اور جان دیتے چلے گئے، دیتے چلے گئے، دیتے چلے گئے یہاں تک کہ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کا مژدہ سنتے ہی لبیک اللّٰھم لبیک لاشریک لک لبیک کے ساتھ آخری بار اسی کا عطیہ اس کے سپرد کر کے تمام ذمہ واریوں سے سرخروئی کے ساتھ سبکدوش ہو گئے۔ جعل اللہ الجنۃ العلیا مثواہ۔

خاکسار

ظفر اللہ خان

۱۶ ۳/۶۲

میرے پیارے بھائی کا ایک اہم مکتوب

(محترمہ سیّدہؓ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی)

ذیل کا گرامی نامہ حضرت سیّدی میرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ۴۷-۹-۲۷ کو رات کے ڈیڑھ بجے قادیان سے لکھا تھا۔ یہ خط حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نام ہے جو اُن دنوں لاہور میں تھیں۔ اِس خط سے اُس وقت کے نازک حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے اور حضرت میاں صاحبؓ کے پاک جذبات کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ احباب اِس گرامی نامہ کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے مندرجہ ذیل نوٹ کی روشنی میں مطالعہ فرمائیں ——— (ابو العطاء)

پارٹیشن کے وقت مسعود احمد خان میرے لڑکے مالیر کوٹلہ میں تھے اور حالات کی وجہ سے وہیں رُکے رہے۔ وہاں بھی مہاجرین کی خدمت اور لوگوں کو بچانے کا سلسلہ جاری تھا۔ مسعود احمد کے بچے چھوٹے یہاں۔ حالات سب کے خراب۔ مَیں نے منشی کو قادیان لکھا تھا کہ بچوں کے اور طیبہ بیگم کے گرم کپڑوں کا بکس ضرور نکال کر بھجوا دینا۔ اس نے شکایت کی کہ مَیں نے بکس بھجوانا چاہا تو اور لوگوں نے سامان اپنا رکھ دیا مجھے بکس نہیں چڑھانے دیا۔ مَیں نے حضرت منجھلے بھائی صاحب کو لکھا۔ چونکہ آپ کو احساسِ ذمہ داری بہت رہتا تھا آپ نے اِس شکایت کو اپنی جانب منسوب سمجھا حالانکہ یہ بات ہرگز نہ تھی۔ اُس خط کے جواب میں یہ خط آیا تھا جو درج ذیل ہے۔

مبارکہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزہ مکرمہ ہمشیرہ صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ یہ بالکل غلط ہے کہ مَیں نے طیبہ بیگم کا سامان روکا ہے۔ مجھ سے کسی نے اس کے متعلق نہیں پوچھا ورنہ مَیں اس کی ضرور اجازت دیتا کیونکہ وہ اس کی مستحق ہیں۔ آپ کا خط ملتے ہی مَیں نے اسماعیل کو بلا کر سامان کے لئے ٹکٹ دیدیا تھا مگر باوجود اسکے میاں ناصر نے بتایا ہے کہ اُس نے سستی کی اور جب آج ٹرک چلنے کو تیار ہوئے تو پوچھنے کے لئے آیا کہ سامان کہاں رکھوں حالانکہ اُس وقت تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی اور لوگ صبح صبح ہی اپنا سامان لگا چکے تھے۔ اب اسے انشاء اللہ آئندہ کان والے میں موقعہ دوں گا۔ مگر دن بدن سامان کی مشکل بڑھ رہی ہے کیونکہ جان کو سامان پر مقدم کرنا پڑتا ہے۔ شروع شروع میں جبکہ خطرہ کم تھا لوگوں نے کافی

فائدہ اٹھالیا۔

قادیان کے حالات بدستور ہیں مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مکڑی اپنا جالا بُنتی ہوئی مرکزی نقطہ کے قریب تر آ رہی ہے مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤیا میں دیکھا تھا انشاء اللہ یہی اس کی ہلاکت کا وقت ہے گو نہیں کہہ سکتے کہ جماعت کو اس امتحان میں کیا کیا تکلیفیں اٹھانی پڑیں فی الحال تو قیامت کا نظارہ ہے اور سارے ضلع کے طول و عرض میں اس وقت قادیان ہی اکیلا مسلمانوں کا گاؤں باقی رہ گیا ہے۔ قادیان کے سوا تمام ضلع میں اس وقت اذان کی آواز غالباً کسی اور جگہ نہیں بلند ہو رہی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا امتحان ہے لیکن اس کے پیچھے انشاء اللہ انعام بھی بڑا مخفی ہوگا۔ قادیان میں اس وقت پچاسی ہزار پناہ گزین ہیں اور قادیان کے سارے میدان اور رستے اور فیلڈیں اس طرح بھری پڑی ہیں کہ حشر کا نظارہ نظر آتا ہے۔ دارالسلام کا باغ اور پورچ وغیرہ بھی اَٹی پڑی ہیں۔ اچھا ہوا آپ لوگ پہلے چلے گئے ورنہ یہ نظارے آپ کی طاقت سے باہر تھے۔

چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور سید ولی اللہ شاہ صاحب قتل عمد کے الزام میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ موجودہ فضا ایسی ہے کہ افسر جب چاہیں اور جس شخص کو چاہیں اور جو الزام چاہیں لگا کر کسی شخص کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ ایک دن میرے گھر کا محاصرہ ہو گیا اور تین طرف کی گلیوں میں پولیس اور ملٹری نے مشین گنیں لگا دیں حالانکہ بظاہر اس وقت یہاں کے تھانیدار مجھ سے شاہ صاحب کے متعلق حالات بتانے اور مشورہ لینے آئے تھے۔ اس دن سے بعض بچے کچھ سہم سے گئے ہیں مگر خدا کے فضل سے سب کی ہمت اچھی ہے اور ہر قربانی کے لئے تیار ہیں۔ آپ یہ باتیں دوسروں میں نہ پھیلائیں کیونکہ پریشانی پیدا ہوتی ہے البتہ دعائیں کریں اور خدا پر توکل رکھیں اور اُم وسیمہ کو تسلی دلا دیں کہ گھبرانے کی بات نہیں ہم شاہ صاحب اور چوہدری صاحب کو بچانے کے لئے پوری کوشش کر رہے ہیں۔ یہ شکر کی بات ہے کہ ان کا لڑکا صفی اللہ شاہ صاحب کی گرفتاری کے چند گھنٹے پہلے لاہور چلا گیا تھا۔ اگر چوہدری صاحب کے بچے لاہور میں ہوں تو انکو بھی تسلی دلائیں۔ انکی بیوی کو میں نے لاہور بھجوانا چاہا تھا مگر انہوں نے سُستی کی اور نہیں گئیں

ہم قادیان سے احمدی عورتوں اور بچوں کو جلدی جلدی باہر نکلوا رہے ہیں تا اگر کوئی خطرے کی گھڑی مقدر ہے تو خدا کرے اس سے پہلے ہم اس ضروری فرض سے سبکدوش ہو جائیں ورنہ بڑی پریشانی ہوگی۔

حضرت اماں جان کی صحت کی وجہ سے بہت فکر رہتا ہے آپ میری طرف سے طبیعت پوچھیں اور دعا کیلئے عرض کریں اور آجکل ان کی کچھ زیادہ خدمت کریں تاکہ میرا بھی کچھ حصہ شامل ہو جائے۔ امۃ الحفیظ بیگم کو السلام علیکم پہنچا دیں۔ اسی طرح ہر سہ بھائیوں کو اور سب بچوں کو پیار۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام

مرزا بشیر احمد
ڈیڑھ بجے شب 15/9/47

پرانے صحابۂ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پاکیزہ جذبات

نوجوان احمدیوں کے بارے میں نیک تمنائیں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے دو مکتوب!

ذیل کے دونوں خطوط حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائل پور خلف الرشید حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کپورتھلوی کے نام ۱۹۵۷ء میں تحریر فرمائے تھے۔ ان کا ایک ایک لفظ پوری توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے ——— (ایڈیٹر)

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اخویم شیخ محمد احمد صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل کسی نے ملک صلاح الدین صاحب کا مرتب کردہ رسالہ اصحابِ احمدؑ جلد چہارم لا کر دیا۔ جس میں آپ کے والد محترم حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کے حالات اور روایات وغیرہ درج ہیں۔ رات بہت دیر تک پڑھتا رہا کیا بتاؤں کہ دل پر کیا گزری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ اور ان بزرگوں کی صحبت اور اخلاص اور عقیدت اور ازدیادِ ایمان کو یاد کر کے رویا، بہت رویا۔ اور حضرت منشی صاحب مرحوم کیلئے بہت دعا کی اور آپ کے لئے بھی دعا کی۔ حضرت منشی اروڑا صاحب بھی بہت یاد آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے دُرِّ بے بہا عطا کئے تھے۔ اب تو صفِ اوّل کے یہ بزرگ بہت ہی تھوڑے رہ گئے۔ حضرت عرفانی بھی گزر گئے۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون وکل من علیہا فانٍ ویبقیٰ وجہ ربّک ذی الجلال والاکرام۔ اللہ تعالیٰ آں عزیز کی عمر میں برکت دے اور آپ کو اور آپ کی اولاد کو بہترین حسنات سے نوازے اور دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو۔ آمین

فقط والسلام

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ ۸ ۱۲/۵۷

اللہ تعالیٰ اِس مجموعہ کی آپ کو اور ملک صلاح الدین صاحب کو جزائے خیر دے۔ اِس قسم کے لٹریچر کی بہت

ضرورت ہے۔"

---

(۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزم مکرم شیخ محمد احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط محررہ 12/57 موصول ہوا۔ الحمد للہ کہ اصحاب احمد جلد چہارم کے متعلق آپ کو میرے تاثرات والا خط مل گیا تھا۔ مجھے اس کی خوبیوں کی طرف نگاہ ہے جو خدا کے فضل سے بہت وسیع اور گہری ہیں اور دل پر روحانیت کا غیر معمولی اثر پیدا کرتی ہیں۔ آج ملک غلام فرید صاحب کا بھی خط آیا کہ وہ اس کتاب کو پڑھ کر کئی موقعہ پر روتے رہے۔ حضرت منشی صاحب مرحوم کی روایات کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا انسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں پہنچ گیا ہے اور منشی صاحب مرحوم ایک عزیز بچے کی طرح آپ کے ارد گرد گھوم رہے ہیں۔

آپ نے حضرت عرفانی کے جنازہ کے متعلق پوچھا ہے۔ میں نے تو یہاں سے فوری طور پر تار بھجوائی تھی کہ جنازہ قادیان پہنچایا جائے مگر وہ اس سے پہلے حیدرآباد یا سکندرآباد میں دفن کر چکے تھے۔ مگر یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ امانتاً دفن کیا ہے۔ جو تاریخی مواد عرفانی صاحب کے پاس تھا واقعی یہ ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ اس کے متعلق میں نے محترم سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب کو تاکیداً توجہ دلائی ہے کہ اس کی فہرست تیار کر کے اس کو محفوظ کر لیا جائے۔ ملک غلام فرید صاحب نے اپنے خط میں ایک بات لکھی ہے جو مجھے بہت پسند آئی۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اکثر صحابی تو ایسے تھے جنہوں نے گاہے گاہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضور کی صحبت سے فائدہ اٹھایا مگر بعض دوسرے صحابی گویا **درباری صحابی** تھے جن میں سے آخر میں فوت ہونے والے عرفانی صاحب تھے۔

بہرحال موت ایک ناگزیر چیز ہے اب خواہش یہ ہے کہ احمدی نوجوان جو بعد میں آئے یا بعد میں پیدا ہوئے وہ قدیم درباری صحابیوں کا سا رنگ پیدا کریں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

فقط والسلام

(مرزا بشیر احمد)

ربوہ　　　19 12/57"

حیاتِ دائمی

آنانکہ گشت کوچۂ جاناں مقام شاں
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شاں
ہرگز نمیرد آنکہ زندہ شد بعشق
میرد کسے کہ نیست مرامش مرام شاں

(درثمین فارسی)

محترم جناب ثاقب (زیروی)

عندلیبِ گلشنِ احمدؑ

جُزوِ دل اُس کُشتۂ ذوقِ وفا کی یاد ہے
آئینہ یادِ دل کا جس کے عکس سے آباد ہے

روح تھی جس کی غمِ انسانیت سے بیقرار
گفتگو تھی جس کی گلہائے مروّت کی بہار

رونقِ پیشانئ آدم ہے جس کی داستاں
جس سے اپنا راز کہتے تھے زمین و آسماں

صدق و تسلیم و رضا تھا جس کا درسِ اوّلیں
آئینہ تھی رشدِ ہستی کے لئے جس کی جبیں

جس کا دل انمول گنجینہ تھا جذبِ درد کا
ہمنوا ہر بے نوا کا غمگسار ہر فرد کا

جو پیامِ آرزو تھا ملک و ملّت کے لئے
جس کو بھیجا تھا خدا نے دیں کی خدمت کے لئے

جس کی خودداری پہ قرباں دولتِ ارض و سما
اب بھی پیغامِ نشاطِ روح ہے جس کی نوا

جس کی آنکھوں سے ٹپکتی تھی مئے جامِ طہور
گفتگو جس کی سراسر صدق کا رازِ سرور

اک دلِ بیدار چشمِ خود نگر رکھتا تھا جو
ذرّے ذرّے پہ نبت کی نظر رکھتا تھا جو

عندلیبِ گلشنِ احمدؑ ۔ وہ قمر الانبیاء
مہدیٔ موعودؑ کی قلبی دعاؤں کا صلہ

شوکتِ تحریر میں جس کی جلالِ رُوح تھا　　دل کی قاشیں صفحۂ کاغذ پہ دیتا تھا بچھا

تھی مرقّع اک عجب اوصاف کی وہ زندگی　　اُس کی شمعِ قلب میں کچھ اور ہی تھی روشنی

دل تڑپ جاتا تھا جس سے وہ نوا خاموش ہے　　مِلّتِ مظلوم کا ماتم سرا خاموش ہے

کیا خبر تھی اپنے متوالوں کو یُوں تڑپائے گی

رفتہ رفتہ اُس کی یاد اِک ہُوک سی بن جائے گی

اب دکھائی دیں گی اربابِ بصیرت کو کہاں　　یاس کی تاریکیوں میں وہ تبسّم ریزیاں

درد کے ماروں کو پیغامِ بہاراں کون دے　　تشنگانِ دیں کو اب جامِ عرفاں کون دے

دہر کے دو نیم ہوؤں کا اب کہاں وہ غمگسار　　جس کی دلداری سے مٹ جاتا تھا دل کا خلفشار

وہ جفاؤں پر دعائیں دینے والا اب کہاں　　دینِ احمدؐ کی بلائیں لینے والا اب کہاں

اس وفا کُش دور میں ڈھونڈیں مگر پائیں کدھر　　رُوح کی گہرائیوں میں جھانکنے والی نظر

غم کے ہاتھوں تنگ آ کر ربوہ جب جاتا ہوں میں

چشم و دل میں اک نرالا درد لے آتا ہوں میں

آہ! قمر الانبیاءؓ!

(جناب امیر برکت علی صاحب لائق مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ جڑانوالہ ضلع لائلپور)

جناب مولوی برکت علی صاحب لائق مرحوم نے قمر الانبیاء نمبر کے پہلے اعلان پر ہی یہ نظم ارسال فرما دی تھی۔ مقام افسوس ہے کہ اس کے جلد بعد خود بھی رحلت فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ نظم کے اشعار میں جلد انتقال کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی درجات بلند فرمائے۔ آمین ——— (ایڈیٹر)

کیونکر گزرتی ہے دلِ نالاں سے پُوچھ لے
یعقوب کا الم مہِ کنعاں سے پُوچھ لے

وحشت کی میرے چاکِ گریباں سے پُوچھ لے
چھالوں کا حال خارِ مغیلاں سے پُوچھ لے

اک بندۂ حقیر کو رحمت سے پُوچھ لے
مَیں کیا کہوں تُو اپنی عنایت سے پُوچھ لے

وہ قمرِ انبیا مرے دل کا سرور تھا
دل کا سرور تھا مری آنکھوں کا نُور تھا

آنکھوں کا نُور رحمتِ حق کا ظہور تھا
حق کا ظہور سایۂ ربِّ غفور تھا

اس کے بغیر رنج و غم و اضطراب ہے
آنکھوں میں خواب ہے نہ مرے دل کو تاب ہے

بدلی میں چاند چھپ گیا اندھیر چھا گیا
دستِ اجل فراق کے کانٹے بچھا گیا

بیدادِ چرخ دن کو ہی تارے دکھا گیا
داماں صبر ہاتھ سے دامن چھڑا گیا

داغِ جگر سے دل کے پھپھولے چمک اُٹھے
اور آنسوؤں سے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے

وہ ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی وہ قمرِ انبیاء   ٹھنڈک دلوں میں جس سے تھی آنکھوں میں تھی ضیا
عرفان و معرفت کی وہ دنیا بسا گیا   اُف! مرگِ ناگہاں نے یہ نقشہ بدل دیا

چشمے غموں کے درد کے دریا بہا دیئے
دل بلبلے بنا کے ہوا میں اُڑا دیئے

"پروانے ہیں چراغ سے دور اور شکستہ پر"   سوزِ دروں سے جل گیا ہر سوختہ جگر
ہر گُل ہے چاکِ پیرہن اس غم میں سربسر   اک عندلیبِ زار ہے منقار زیرِ پر

دنیا بدل گئی وہ زمانہ نہیں رہا
اب دل ہمارا محوِ ترانہ نہیں رہا

کیا قہر ہے کہ نالۂ بلبل پہ گُل ہنسیں   شبنم کے آنسوؤں پہ شگوفے غضب کھلیں
گلشن میں سرو قمری کی فریاد پر تنیں   بے لطف ہو رہی ہیں زمانے کی صحبتیں

دُنیائے دوں کو جی میں ہے آتی کہ چھوڑ دوں
مُنہ خانماں سے موڑ کے جنگل میں جا بسوں

کُٹیا مری ہو کاخِ وجاہت مرے لئے   ہو فرشِ خاک بسترِ راحت مرے لئے
کمبل مرا ہو جیبِ زینت مرے لئے   تیجر کے ریسن ہوں پٹے وحدت مرے لئے

جا دل میں ہو نہ فکرِ کم و بیش کے لئے
ہو جا تو شمعِ خانۂ درویش کے لئے

رونقِ انجمنِ ماہ رُخاں یاد آیا

(جناب عبد المنّان صاحب ناہید)

آج اک مہدیٔ دوراں کا نشاں یاد آیا
ایک دل عشقِ محمدؐ میں تپاں یاد آیا

جس کو اللہ نے فرمایا تھا نبیوں کا قمر
آج وہ ابنِ مسیحائے زماں یاد آیا

چاندنی چاند کی چھٹکی تو دل افسردہ ہوا!
رونقِ انجمنِ ماہ رُخاں یاد آیا

لے گیا میرا تصور مجھے الدّار میں آج
ہائے جن پاک دلوں کو وہ سماں یاد آیا

زندگی تلخیٔ حالات سے جب تلخ ہوئی
مجھ کو وہ چارہ گرِ شیریں بیاں یاد آیا

دل کا آئینہ کہیں ٹوٹا تو میں رویا ہوں
نازشِ شیشۂ آئینہ گراں یاد آیا

قافلہ پر جو گھڑی کوئی کڑی آن پڑی
پھر وہی صاحبِ نظرِ نگراں یاد آیا

اُسکے ہوتے ہوئے ہر فکر سے آزاد تھا دل
اُسکے اُٹھ جانے سے ہر سُود زیاں یاد آیا

جب کبھی سلسلہ کا کوئی زخم ہرا ہوتا ہے
اُس کا مکتوبِ گرامی عنواں یاد آیا

ذکرِ محبوب کسی نے جو کہیں چھیڑ دیا
مجھ کو وہ دیدۂ خونناب فشاں یاد آیا

ایک درویش جو رخصت ہوا درویشوں سے
قادیاں مجھ کو ترا خورد و کلاں یاد آیا

اُس کی جب شانِ جمالی کا کبھی آیا خیال
مجھ کو وہ مہدیٔ بے تیغ و سناں یاد آیا

اُس کی تحریر کہ تاثیر کی تھی جادو گری
نقشِ مضمون کہ اعجازِ بیاں یاد آیا

اپنی تاریخ کا ہے زرّیں ورق جسکی حیات
آج ناہید وہی جانِ جہاں یاد آیا

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر

(جناب عبدالحمید خان صاحب شوق لاہور)

اے وائے بشیرِ مہدیٔ آخر زماں گیا
اِس خاکداں کو چھوڑ کر خُلد آشیاں گیا

وہ نکتہ داں محقّق و مردِ خدا شناس
وہ رہنما وہ راہرو وہ راہ داں گیا

ذکرِ حبیبؐ پاک پہ وہ دلربا خطاب
شیریں دہاں وہ پیکرِ لطفِ بیاں گیا

وہ جس کے لفظ لفظ پہ مٹتے تھے ہم نثار
صد حیف وہ مقررِ جادو بیاں گیا

وہ دستِ راست اپنے امامِ ہمام کا
ملّت کا جاں نثار وہ رحمت نشاں گیا

شب زندہ دار مومن و تقویٰ شعار مرد
دنیائے دوں سے سوئے خدا شادماں گیا

فرقت میں اُس کی آج تک ہوں اشکبار شوقؔ
وہ اہلِ دل وہ مردِ مجاہد کہاں گیا؟

آج ہیں خلد آشیاں وہ محترم

(جناب فیض احمد صاحب اسلم۔ ایبٹ آباد)

دل ہے اب اِک مرجعِ اندوہ و غم — چل بسے ہیں ابنِ سلطان القلمؑ

ہاں وہی مرزا بشیر احمدؓ کہ جو — راہِ حق پر تھے سدا ثابت قدم

عمر بھر تڑپے گا دل جن کے لئے — مدتوں روئے گی جن کو چشمِ نم

مہدیٔ مسعودؑ کے لختِ جگر — مصلحِ موعود کے وہ ہمقدم

وہ سراپا پیکرِ جود و سخا — وہ مجسّم مظہرِ لطف و کرم

ہاں وہی جن کا کہ ہر اک فعل تھا — پرتوِ خُلقِ شہنشاہِ عجم

فکر تھی ہر دم جنہیں کہ دہر میں — کس طرح اونچا ہو احمدؑ کا عَلَم

گر گیا ہے قصرِ دیں کا وہ ستون — تھم ذرا اے گردشِ ایام تھم

حق کہے خود جن کو قمر الانبیاء — خوبیاں اُن کی ہوں اور مجھ سے رقم؟

دید سے کل جن کی دل تھا شادکام — آج ہیں خُلد آشیاں وہ محترم

غم سے سینہ شق ہے گو اسلم مگر

جس طرح رکھے خدا راضی ہیں ہم

نوحۂ غم

(جناب آفتاب احمد صاحب بسمل کراچی)

اک اور ستارہ ڈوب گیا — اک اور مرا محبوب گیا

سنتے ہی وحشت ناک خبر — اک تیر لگا ہے سینے پر

اک ہوک سی دل میں اُٹھتی ہے — اک ٹیس جگر میں پڑتی ہے

آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہے — اور منہ کو کلیجہ آیا ہے

قسمت نے دیا ہے وہ چرکا — پھر ہو گیا دل کا زخم ہرا

جو ہونا تھا وہ ہو کے رہا — جا بدلیوں کا وہ چاند چھپا

منہ موڑ کے ہم بے چاروں سے — اللہ کی گود میں جا بیٹھے

منہ تکتے رہ گئے شیدائی — کچھ بات نہ اُن سے بن آئی

اک روز سبھی کو مرنا ہے — اور راہِ فنا طے کرنا ہے

ہے موت سے آخر کس کو مفر — ہر ایک کو کرنا ہے یہ سفر

پر ایسی ہستی کا مرنا — نقصان ہے سارے عالم کا

ہر ایک کی آنکھیں ہیں گریاں — ہے سینہ چھلنی - دل بریاں

اُس جانِ جہاں کے جاتے ہی — ہر محفل ہو گئی سُونی سی

ہر سمت اُداسی چھائی ہے — دلگیر ہر اک شیدائی ہے

سُونا ہے دفترِ درویشاں — اور نگراں بورڈ ہے نوحہ کناں

اللہ تو اپنی رحمت سے
ہم سب کو صبر کی ہمت دے

سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی طرف سے روحانی رہنمائی

آپ کی منتخب کردہ چالیس دعائیں

(از قلم مکرم چوہدری مختار احمد صاحب ایاز ٹانگانیکا)

جولائی ۱۹۵۷ء میں خاکسار نے رسالہ ادعیۃ القرآن[1] ادعیۃ الرسول اور ادعیۃ المسیح الموعودؑ کو ایک جلد میں مجلد کر کے سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے پیش کیا۔ آپ نے اس مجلد کے سرورق پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

مکرمی محترمی مختار احمد صاحب ایاز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے بہت اچھا کیا کہ ادعیۃ القرآن اور ادعیۃ الحدیث اور ادعیۃ المسیح الموعود کے رسالہ جات جلد کرا لئے۔ اس مجلد کو ہمیشہ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھئے اور ان دعاؤں پر زور دیتے رہئے کہ ان کی برکات سے فائدہ اٹھائیے جو دعائیں یہ خاکسار زیادہ پڑھا کرتا ہے ان پر پنسل سے نشان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلب میں دعاؤں کا ذوق و شوق پیدا کرے اور انہیں قبولیت کے شرف سے نوازے کیونکہ دعا روحانیت کی جان ہے۔

والسلام خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ

۵ر جولائی ۱۹۵۷ء"

فہرست ادعیہ منتخبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

ذیل میں ادعیہ کی وہ فہرست اختصاراً پیش کرتا ہوں جن پر حضرت میاں صاحب نے نشان لگائے تھے:۔

ادعیۃ القرآن

(۱) سورۃ فاتحہ[2]

(۲) ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً .....

---

[1] الفرقان - اس تحریر کا اصل عکس دوسری جگہ فوٹو کی شکل میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] "ہر خاص دعا کے شروع میں پہلے سورۃ فاتحہ اور درود پڑھ کر دعا کیا کریں" (ارشاد حضرت میاں صاحبؓ)

(۳) غفرانک ربنا ......

(۴) ربنا لا تؤاخذنا ......

(۵) ربنا لا تزغ قلوبنا ......

(۶) ربنا اغفر لنا ذنوبنا ......

(۷) ربنا اننا سمعنا منادیاً ......

(۸) رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ .....

(۹) رب ارحمهما ......

(۱۰) ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃً .....

(۱۱) رب اشرح لی صدری ......

(۱۲) رب زدنی علماً ......

(۱۳) لا الٰہ الا انت سبحانک .....

(۱۴) رب اغفر وارحم ......

(۱۵) ربنا ھب لنا من ازواجنا ......

(۱۶) رب اوزعنی ان اشکر ......

(۱۷) ربنا اتمم لنا نورنا ....

(۱۸) سورۃ الفلق

(۱۹) سورۃ الناس

ادعیۃ الرسولؐ

(۱) اللّٰھم اجعل فی قلبی نوراً ......

(۲) اذھب الباس ......

(۳) بسم اللہ اللّٰھم جنبنا الشیطان ...

(۴) اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم .....

(۵) سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین

(۶) اللّٰھم رب السمٰوات السبع وما اظللن

(۷) اللّٰھم استر عوراتنا ......

(۸) یا حی یا قیوم برحمتک استغیث

(۹) اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والحزن ...

(۱۰) اللّٰھم باسمک اموت واحیٰ .....

(۱۱) لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم .....

(۱۲) اللّٰھم انی اعوذ بک من جھد البلاء ....

(۱۳) اللّٰھم انی استخیرک ......

(۱۴) اللّٰھم ارزقنی حبک ......

ادعیۃ المسیح الموعودؑ

(۱) رب اذھب عنی الرجس ......

(۲) سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم
اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وآل محمدٍ۔

(۳) یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔

(۴) رب کل شیءٍ خادمک .....

(۵) بسم اللہ الکافی بسم اللہ الشافی .....

(۶) رب توفنی مسلماً ......

(۷) رب ھب لی ذریۃ طیبۃ

کل ۴۲ دعائیں ہیں

امید ہے کہ احباب سیدی حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کی اس روحانی رہنمائی سے فائدہ اٹھائیں گے اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

۱؎ الفرقان - ادعیۃ القرآن، ادعیۃ الرسولؐ اور ادعیۃ المسیح الموعودؑ ہر سہ رسالہ جات جناب میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب ربوہ نے شائع کئے ہیں ان میں بھی مکمل ہیں اور مکتبہ الفرقان ربوہ سے بھی مل سکتے ہیں۔

اطاعت امام اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

(جناب مولوی محمد یعقوب صاحب فاضل انچارج شعبۂ زود نویسی)

(۱)

اسلام نے جن امور پر بڑا زور دیا ہے اُن میں سے ایک اہم امر اطاعت امام کا مسئلہ ہے۔ دنیا میں کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی بلکہ کوئی خاندان اور فرد تک ترقی نہیں کر سکتا جو اولوالامر کی اطاعت سے گریز کرنے والا ہو۔ سیاسی لحاظ سے بھی وہی ملک ترقی کر سکتا ہے جو حاکم وقت کے اشارہ پر اپنی جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔ اور مذہبی لحاظ سے بھی وہی قوم صف اوّل میں شمار کی جا سکتی ہے جو ایک آواز کے اُٹھنے پر اُٹھے اور ایک ہاتھ کے اشارہ پر بیٹھ جائے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی مقدس زندگی پر اگر غور کیا جائے تو ہمیں آپ میں یہ وصف علی الوجہ الاتم نظر آتا ہے۔

جولائی ۱۹۲۸ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ڈلہوزی تشریف لے گئے اور حضور نے اپنے بعد پہلی مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا تھا کہ میں اپنی بہت سی کمزوریوں کی وجہ سے اس عہدہ کا اہل نہیں ہوں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے غالباً میری بہت سی کمزوریوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اپنے فیصلہ میں تبدیلی مناسب نہ سمجھی اور مجھے یہ بار اُٹھانا پڑا۔"

آپ نے "مقامی امیر کی پوزیشن" کے زیر عنوان ایک مضمون لکھا اور جماعت پر یہ امر واضح فرمایا کہ گو قادیان کا امیر اپنے حلقہ میں حضرت خلیفۃ المسیح کا قائم مقام ہوتا ہے مگر اس کی پوزیشن ایسی ہی ہے جیسا کہ دوسرے مقامات میں مقامی امیروں کی۔ اسے کوئی زائد مقام یا زائد مرتبہ دوسرے مقامی امیروں پر حاصل نہیں۔ اسی طرح آپ نے بیرونی احباب کو توجہ دلائی کہ ان کا قادیان کے امیر کے ساتھ اُن امور میں خط و کتابت کرنا جن میں وہ پہلے حضرت صاحب کے ساتھ خط و کتابت کیا کرتے تھے کسی طرح بھی درست نہیں۔ (الفضل ۱۷ جولائی ۲۸ء)

(۲)

سنہ ۴۶ء کا واقعہ ہے کہ ایک دوست آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بسا اوقات اپنے ماتحت کارکنوں پر ایسی سخت گرفت فرماتے ہیں جو بظاہر درشتی کا رنگ رکھتی ہے حالانکہ

آپ صرف خلیفۂ وقت ہی نہیں بلکہ مصلح موعود بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

"کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عمرؓ کے متعلق بھی یہی اعتراض پیدا اُٹھا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتراض کبھی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں سخت گیری کی پالیسی تو ایک طرح سے مصلح موعود کی نشانی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں میں صاف آتا ہے کہ مصلح موعود "جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا" پس گھبراؤ نہیں اور اپنے دل کو ذرا کڑا کر کے رکھو کیونکہ یہ جلال الٰہی خدائی منشاء کے مطابق ہے اور جماعت کی بہتری کیلئے ہے"

اس پر وہ دوست بولے کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے دلی اخلاص اور عقیدت رکھتا ہوں صرف تشریح اور تسلی کے خیال سے پوچھتا ہوں کہ مصلح موعود کے متعلق "حلیم" کا لفظ بھی تو آیا ہے اور بظاہر یہ سختی حلم و بردباری کے طریق کے خلاف نظر آتی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ الہامات میں آپ کے متعلق صرف حلیم کا لفظ نہیں آتا بلکہ آپ کو "دل کا حلیم" کہا گیا ہے۔ پس یقیناً یہ استعمال بے وجہ نہیں ہو سکتا۔ اس مختصر تشریح سے اُس دوست کی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے زیرک تھے [illegible] اور آج دل سے نہایت درجہ شکر [illegible] [illegible] ایک بھاری نقصان سے بچا لیا ہے۔

(الفضل [illegible] ۱۹۶۳ء)

اس واقعہ پر غور کریں اور دیکھیں کہ خلیفۂ وقت پر جب ایک دوست نے اعتراض کیا تو آپ نے اُسے کس خوبی کے ساتھ رد کیا اور پھر کس لطیف انداز میں اسے تسلی دی۔

(۳)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ ایک مستجاب الدعوات اور صاحبِ کشف و رؤیا بزرگ تھے انہیں ۱۹۵۱ء میں جبکہ وہ قادیان میں بصورتِ درویش مقیم تھے الہام ہوا کہ:۔

"سب کو چھوڑ دو خلیفے کو پکڑ لو"

(الفضل [illegible] فروری ۱۹۵۱ء)

یہ الہام انہوں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو بھی لکھ دیا۔ اس پر آپ نے اُن کا یہ الہام اخبار میں شائع کرواتے ہوئے دوستوں سے اس امید کا اظہار کیا کہ وہ اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں گے۔ اس الہام میں جیسا کہ ظاہر ہے یہی بتایا گیا ہے کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ دین کی خدمت کے لئے خلیفۂ وقت کے احکام پر کمربستہ رہو اور اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کی محبت کی وجہ سے اس اطاعت میں کبھی فرق نہ آنے دو۔ کیونکہ خلیفۂ وقت کی اطاعت سے رضاء الٰہی وابستہ ہے۔ حضرت میاں صاحب موصوف کو اور بھی بعض بزرگ اپنے الہامات یا رؤیا و کشوف لکھا کرتے تھے مگر آپ کا اس الہام کو خاص طور پر شائع کروانا بتاتا ہے کہ آپ اطاعتِ امام کو ہی جماعتی ترقی کا واحد ذریعہ سمجھتے تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سیرت کا ایک پہلو

(محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈوکیٹ (صدر نگران بورڈ))

معرفت الٰہی یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم انسان کے اندر خشیۃ اللہ پیدا کرتا ہے جس کا دوسرا نام تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک صفت انسان کے اندر اس صفت کی نفی کے اقرار کا تقاضا کرتی ہے۔ اس کی عظمت انسان پر اپنی ذلّت ظاہر کرتی ہے۔ اس کی قدرت انسان کو اپنی انتہائی بے بسی دکھا دیتی ہے۔ اس کی ربوبیت اسے انتہائی احتیاج کا احساس کرا دیتی ہے۔ یہی حال باقی صفات الٰہی کا ہے۔ جب حقیقی توحید کو انسان شناخت کر لیتا ہے تو یہ شناخت بالمقابل ہر چیز کی نفی کر دیتی ہے۔ صرف اللہ کی ذات اور اس کے اظلال اس کے سامنے رہ جاتے ہیں باقی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ یہی تقویٰ ہوتا ہے۔ گویا انسان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے دستکش ہو جاتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تقویٰ بہت سے پہلوؤں سے نمایاں تھا۔ عجز و خاکساری، خودنمائی سے کلّی اجتناب، خود پسندی سے کوسوں دُوری، کھانے پینے لباس اور رہائش میں ایک دلکش سادگی اختیار کرنا، دنیوی زندگی کو صرف آخرت کی سواری کے طور پر استعمال کرنا اور اسے دین کی خدمت کے لئے وقف کرنا، تکالیف کو خوشی سے برداشت کرنا، صبر و استقلال کا اعلیٰ نمونہ دکھانا، ہمدردیٔ خلائق سے معمور ہونا، یادِ الٰہی کو غذا بنانا اور محبت الٰہی سے سرشار رہنا، یہ سب تقویٰ اللہ کے کرشمے تھے جو آپ میں ظاہر ہوتے تھے۔

اس وقت میں صرف آپ کے عجز و خاکساری اور آپ کے خود نمائی سے اجتناب کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ۔

آپ دوسروں پر تقدم پسند نہ فرماتے تھے۔ نماز کی امامت کے لئے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو آگے کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ نگران بورڈ کے اجلاس کے بعد کھانے سے فارغ ہوئے تو مسجد میں نماز ہو چکی تھی۔ اس عاجز کو فرمایا آپ نماز پڑھائیں آپ صوبائی امیر ہیں۔ اللہ اللہ کیا شان تھی۔ کجا صوبائی امیر اور کجا مسیح زماںؑ کا مبشّر فرزند جس کی تعریف خدائے عظیم نے فرمائی۔ دونوں میں کیا نسبت۔ لیکن عجز کا یہ عالم۔ اسی طرح اور مواقع پر بھی کوئی نہ کوئی عذر فرما دیتے اور نماز پڑھانے کے لئے کسی دوسرے کو آگے کر دیتے۔

ایک مرتبہ گورداسپور میں آپ میرے پاس تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے جمعہ پڑھانے کے لئے عرض کیا تو فرمایا میں اس قابل نہیں آپ پڑھائیں۔ اس وقت جو عجز آپ کے چہرہ پر ٹپک رہا تھا اُسے میں آخر دم تک بھول نہیں سکتا۔ یہ کیفیت خاص تقویٰ کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔

ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ میں بھی اب اس خیال کا ہو گیا

ہوں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ لا لی ولا عَلَیَّ یعنی نیک عمل والی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ عذاب سے ہی بچا لے تو بہت ہے۔ یہ اُس شخص کا حال تھا جسکی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں صرف ہوئی اور وہ دنیوی مال و دولت و عزت سے بے نیاز رہا۔

آپ غریب لوگوں کو بہت محبت سے ملتے گویا انہی میں سے ایک ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آپ ایک ملجا و ماویٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ اپنی تکلیفیں بھی آپ کے پاس بیان کرتے اور تسلی بھی پاتے۔ آپ اپنے اوقات کا خاص حصہ انکے لئے صرف کرتے۔

اس عاجز کو آپ کے ساتھ مل کر بہت سے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ مقدمات کے سلسلہ میں مختلف کمیٹیوں میں۔ بعض جماعتی تنازعات کے رفع کرنے میں ۱۹۴۷ء میں حفاظت مرکز میں اور بالآخر نگران بورڈ میں۔ آپ دوسروں کی رائے کی پوری قدر کرتے اور تحمل اور بردباری سے کام لیتے۔ اس عاجز سے بعض دفعہ تیزی بھی ہو جاتی تو اُسے برداشت فرماتے۔ ایک دفعہ نگران بورڈ کے اجلاس میں اس عاجز نے ایک دو باتوں میں اختلاف کا اظہار پُر زور طریق سے کیا۔ مسکرا کر فرمانے لگے اور بھی کوئی اختلاف ہے تو بیان کر لیں اور پھر ان امور پر پُورا غور کیا۔ نگران بورڈ میں ہمیشہ یہی کوشش فرماتے کہ تمام باتیں محبت و اتفاق سے طے پا جائیں۔

آپ عہدوں اور اعزازوں سے الگ رہنا پسند فرماتے تھے۔ نگران بورڈ کی صدارت کو مجلس شوریٰ کے اصرار پر قبول فرمایا لیکن اس کے بعد انصار اللہ کی صدارت سے انکار کر دیا۔ آپ اس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے شہادت دی تھی قُلْ اِنِّیْٓ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام) یعنی تو کہدے کہ میں اپنے نفس کو ہر قسم کے خطابات اور اعزاز سے الگ پاتا ہوں۔

آپ دوسروں کے احساسات کا پورا لحاظ رکھتے اور کوشش فرماتے کہ کسی کے لئے تکلیف کا موجب نہ ہوں۔ ایک مرتبہ گوجرانوالہ میں چند دن میرے پاس بطور مہمان قیام فرمایا۔ آپ ڈاک بنگلہ میں ٹھہرنا چاہتے تھے لیکن میرے عرض کرنے پر میری دعوت کو قبول فرمایا۔ میں نے نہایت سادگی سے رکھا۔ کمرہ بھی آراستہ نہ تھا۔ کھانا بھی سادہ ہوتا لیکن آپ نہایت بشاشت کے ساتھ رہے اور اس عاجز کی دلداری فرماتے رہے۔ آپ میں کبھی کسی امتیاز یا خاص آرام کی خواہش محسوس نہ ہوتی۔ نہ آپ نے ذرہ بھر کوئی بات جتلائی۔ یہ سب آپ کے عجز و خاکساری کی وجہ سے تھا۔

غرض آپ کی یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی خوبی جو آپ کے عظیم تقویٰ کے نتیجہ میں تھی آپ کی ساری زندگی میں نمایاں نظر آتی تھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو زیادہ سے زیادہ بلند فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اللّٰھم آمین ✦

حضرت میاں صاحبؓ کے متعلق میرے ذاتی مشاہدات

(مکرم جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی۔ لاہور)

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ (اللہ تعالیٰ اُن کی پاک رُوح پر ہزاروں برکات نازل فرمائے) جن گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے اُن پر سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ بھی لکھا جائے گا لیکن میں یہاں صرف اُن امور کا ذکر کروں گا جو خاص میرے ساتھ پیش آئے یا میں نے مشاہدہ کئے اور جن کو اب تک میں نے کہیں شائع نہیں کروایا۔

(۱) کسی قضیے کو خوش اسلوبی کے ساتھ ختم کرنے اور کسی جھگڑے کو بہت سہولت سے طے کرنے کی حضرت میاں صاحبؓ میں حیرت انگیز قابلیت تھی۔ جب ۱۹۴۲ء میں مرکزی لائبریری کا لائبریرین ہو کر قادیان آیا تو حکیم غلام حسن صاحب مرحوم وہاں پہلے سے لائبریرین تھے۔ میرے وہاں پہنچنے پر بجائے ایک کے دو آدمی لائبریرین کا کام کرنے لگے۔ حکیم صاحب مرحوم کو خیال ہوا کہ میں ان کا نائب ہوں اور میں یہ خیال کرتا تھا کہ ہم دونوں مل کر لائبریرین کا کام انجام دے رہے ہیں کوئی کسی کا ماتحت نہیں اور ہم دونوں کے افسر حضرت میاں صاحبؓ ہیں۔ اس بنا پر ہمیشہ آپس میں چپقلش رہتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم صاحب نے حضرت میاں صاحبؓ سے جا کر میری شکایت کر دی کہ اسماعیل مجھ سے تعاون نہیں کرتا۔ مگر حضرت میاں صاحبؓ نے مجھ سے زبانی یا تحریری کچھ نہ فرمایا اور خاموش رہے۔ کچھ دن بعد جب میں کسی دفتری ضرورت سے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت میاں صاحبؓ نے بڑی ہی محبت اور نرمی کے ساتھ مجھے نصیحت کی کہ "تم دونوں کو آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیئے اور باہم بہت سلوک اور رواداری کے ساتھ رہنا چاہیئے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور مروّت سے پیش آنا چاہیئے۔"

میں نے عرض کیا کہ "حکیم صاحب مجھ سے ایسے کام کرنے کو کہتے ہیں جو میرے فرائض میں سے نہیں ہیں۔ اسی بنا پر جھگڑا رہتا ہے اور کوئی بات نہیں۔"

حضرت میاں صاحبؓ نے دو منٹ سوچنے کے بعد فرمایا کہ "اچھا اگر لائبریری کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور دونوں حصے الگ الگ جگہ رہیں تو پھر تو کچھ جھگڑا نہیں ہوگا؟"

میں نے عرض کیا پھر جھگڑا کیوں ہوگا؟

چنانچہ حضرت میاں صاحبؓ نے فوراً حکم دیدیا کہ لائبریری دو برابر حصوں میں تقسیم کر دی جائے۔ ایک حصہ کا انچارج خاکسار بنا اور ایک حصہ کے لائبریرین حکیم غلام حسن مقرر ہوئے۔ میرے حصہ کی لائبریری مسجد مبارک کے نیچے کے کمروں میں (بالمقابل بیت المال) آگئی اور حکیم صاحب کے حصہ کی لائبریری اُن کمروں میں چلی گئی جن میں تالیف و اشاعت کے دفاتر ہوا کرتے تھے۔ اس طرح ان روز روز کے جھگڑوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا اور پھر کبھی باہم کوئی جھگڑا پیدا نہیں ہوا۔ یہ حضرت میاں صاحبؓ کی اعلیٰ درجہ کی تدبیر کا نتیجہ تھا۔

(۲) حضرت میاں صاحبؓ کے مزاج میں سادگی اور انکساری کا یہ انتہا تھی کہ کبھی انہوں نے اپنے آپ کو "بڑا آدمی" نہ سمجھا (حالانکہ فی الحقیقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند دلبند ہونے کے باعث وہ ہمارے نقطۂ نظر سے بہت بڑے آدمی تھے) ایک مرتبہ مَیں کسی ضرورت سے قادیان میں اُن کے درِ دولت پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان پہلے ہی سے حضرت میاں صاحب کا انتظار کر رہے ہیں۔ مَیں نے خیال کیا کہ چودھری صاحب نے اپنے آنے کی اطلاع کرائی ہوگی۔ میاں صاحب باہر تشریف لائیں گے تو مَیں بھی مل لوں گا الگ اطلاع کرانے کی کیا ضرورت ہے۔

یہ خیال کر کے مَیں چودھری صاحب کے پاس السلام علیکم کر کے بیٹھ گیا اور پندرہ بیس منٹ تک ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے اور حضرت میاں صاحب کا انتظار کرتے رہے مگر حضرت میاں صاحب گھر میں سے تشریف نہ لائے۔ آخر انتظار سے گھبرا کر چودھری صاحب نے مجھ سے پوچھا "آپ نے اطلاع کرائی؟" مَیں نے کہا "مَیں نے تو یہ خیال کیا کہ آپ چونکہ مجھ سے پہلے آئے ہوئے تھے اس لئے آپ نے اطلاع کرائی ہوگی حضرت میاں صاحب آپ کی اطلاع پر باہر تشریف لائیں گے تو مَیں بھی مل لوں گا۔"

اس پر چودھری صاحب فرمانے لگے "لاحول ولا قوۃ! یہ عجیب لطیفہ ہوا۔ مَیں جب آیا تو مَیں نے دستک کیا تا سے اطلاع ہوگئی اور یہ خیال کر لیا کہ کوئی اور صاحب آئیں گے اور اطلاع کرائیں گے اور حضرت میاں صاحب باہر آئیں گے تو مَیں بھی مل لوں گا مگر آپ بھی آ کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔"

اس دلچسپ دو طرفہ لطیفہ پر ہنستا ہوا مَیں کمرہ سے باہر آیا اور ملازم سے اطلاع کرنے کو کہا ابھی پورا آدھا منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ حضرت میاں صاحبؓ باہر تشریف لے آئے۔ افسوس ایسے فرشتہ منش اور پاکیزہ سیرت لوگ اب کہاں۔!

(۳) اسی طرح ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی شاید ڈلہوزی تشریف لے جا رہے تھے اور احباب جماعت قادیان میں مسجد مبارک کے نیچے سڑک پر ملاقات اور مصافحہ کے انتظار میں مختلف لائنوں میں کھڑے تھے۔ درمیان میں مسجد مبارک کی سیڑھیوں کے نیچے لیٹر بکس کے پاس کار حضور کو لے جانے کے لئے کھڑی تھی۔ حضور کو مسجد مبارک کی کھڑکی میں سے آ کر اور سیڑھیوں سے اُتر کر کار میں سوار ہونا تھا۔ اتنے میں حضور کے تشریف لانے سے پہلے حضرت میاں صاحبؓ مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے اُتر کر تشریف لائے اور کار کے پاس کھڑے ہو گئے مگر دو منٹ کے بعد آپ نے فرمایا کہ "جب مَیں سب کے آخر میں آیا ہوں تو سب سے آگے کھڑے ہو کر مجھے مصافحہ کرنے کا کیا حق ہے؟" یہ فرما کر آپ ہجوم کو آہستہ سے ہٹاتے ہوئے سب سے آخری قطار میں میرے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور میں آپ کے اس انکسار کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

(۴) شرافتِ نفس آپ پر ختم تھی یعنوں آدمیوں سے کہا ہے ایسے احترام سے پیش آتے تھے اور تحریر میں بھی دوسروں کی عزت اور کا خاص خیال رکھتے تھے۔ یہ ایسی صفت ہے جو بڑے آدمیوں میں بہت کم ہوتی ہے۔ وہ عام طور پر دوسروں کو ذلیل اور اپنے آپ کو بہت معزز سمجھتے ہیں اور اس کا اظہار ان کی باتوں سے بھی ہوتا ہے اور تحریروں سے بھی لیکن حضرت میاں صاحبؓ ہر کس و ناکس سے خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا اور ادنیٰ درجہ کا

جناب ثاقب زیروی
مدیر ہفت روزہ "لاہور" لاہور

نقشِ لازوال

ایک مکتوب ایک مقالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت مولٰنا!
آپ کے ارشاد کی تعمیل میں "الفرقان" کی خصوصی اشاعت (بحضور قمر الانبیاء حضرت میرزا بشیر احمد نور اللہ مرقدہٗ سے معنون ہوگی) کے لئے لکھنے بیٹھ تو گیا ہوں لیکن ذہن اور قلم ابھی تک یہ طے نہیں کر پائے کہ حضرت میاں صاحبؓ پر کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں۔ اُن کے لائقِ صد احترام وجود کے کس پہلو پر قلم اٹھاؤں یا کس پر سب سے پہلے قلم اٹھاؤں جب کہ اُن کے بارے میں میرے جذباتِ ارادت کے قلمبند ہونے کا معاملہ ابھی تک دل و نظر کی حدود ہی نہیں پھاند پایا۔ آج سے پہلے دو دفعہ نہیں چار دفعہ نہیں پورے نو دفعہ لکھنے کی ہمت کی لیکن ہر دفعہ یہی ہوا کہ ایکا ایکی ایک عجیب کیفیت ود لگداز خمار سا ہوش و حواس پر مستولی ہو گیا۔ آنکھوں میں لاتعداد اشکِ حسرت اُمڈ آئے۔ حلق رندھ گیا لکھنے والا ہاتھ لرزنے لگا۔ ناچار بے قرار دل کی تشفی کے لئے اپنے اُس خوش گمان مربّی کے رُوح آفریں خطوط کا خریطہ نکال کر بیٹھ گیا اور پھر نہ جانے یہ سب کچھ کس طرح اور کب اپنے اصلی مقام سکون کی طرف لوٹا اور قرار میں تبدیل ہوا۔

دو ایک دفعہ تو ایسا بھی ہوا جیسے قلم پکڑتے ہی قلب و نظر کی سکرین پر وہ پیکرِ نور اور پُر نور چہرہ نمودار ہو کر میرے فکر کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور یُوں محسوس ہوا جیسے کہہ رہا ہو ــــ "مجھ پر لکھنے بیٹھے ہو؟ میرے احسانات گنوانے بیٹھے ہو؟ میرے اوصاف و محاسن کا احاطہ کر سکو گے؟ تمہارا فکر اتنا بلند ہے کبھی ؟"۔ اتنا کہتے ہی وہی بھرپور چہرہ لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتا گیا اور قریب۔ اتنا قریب کہ میری بصارت و بصیرت اُس کی رعنائیوں، اُس کی پاکیزہ مہک اور اُس کی نورانی چکا چوند میں کھو کر رہ گئے!

محترمی! میں نہ حضرت میاں صاحبؓ کے عزیزوں میں سے تھا، نہ قریب یا دُور کے رشتہ داروں میں سے اور نہ میرا شمار اکابرِ جماعت میں ہی تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اُن کی طرف سے التفاتِ کمال کے لمحوں میں بھی مجھے اس کے سوا کبھی کچھ محسوس نہیں ہوا کہ ایک بادشہ ایک گدائے بے نوا کو نواز رہا ہے۔ قمر الانبیاءؓ کی

بلند ظرفی ایک مورِ بے مایہ کی حوصلہ افزائی فرما رہی ہے۔ مہرِ عالمتاب ایک ذرّۂ کمتاب میں اپنی آب و تاب سمو کر اس کی حیثیت بڑھا رہا ہے اور لاریب یہی احساس اِس وقت بھی میرے قوائے ذہنی پر مستولی ہے۔ بھلا میری کیا مجال کہ مَیں اُن کے شمائل کو من وعن بیان کرنے کا دعویٰ کر سکوں۔ علومِ دینیہ میں اُن کے تبحّر کی گہرائی و گیرائی ناپ سکوں۔ نہ میرا فکر بلند نہ سوچ وسیع لیکن میرا قلم دوال اِس بات کا معترف ضرور رہے بلکہ اپنی اِس بے بضاعتی کی اِس عزّت افزائی پر مفتخر بھی کہ یہ ناچیز وسیلے تو ہمیشہ اُس محبوب و دلدار وجود کی عنایات کا مورد رہا۔ شاید اپنے حق سے بھی زیادہ۔

ٹوٹا ہوا دل لیکر حاضر ہوا جمعیتِ خاطر کا گنجِ گرانمایہ بخش کر رخصت کیا۔ متذبذب داخل ہوا یقینِ کامل کی دولتِ بے پایاں لیکر نکلا۔ تامّل و تردّد سے دوچار حاضرِ خدمت ہوا وثوق و اعتماد کی چھلا دُول میں نہا کر اُٹھا۔ صبح، شام، دوپہر، رات جب بھی اُس کے درِ بیدار پہ دستک دی گوہرِ مراد ملا۔ تسکین، سکینت اور طمانیت و اعتماد یہ تو اُس کے بابرکت ماحول کی وہ بے مثل برکتیں تھیں جن سے جماعت کا ہر فرد مستفید و متمتع ہوا۔ ایک ایسا خزانہ جو کم ہونے میں ہی نہ آتا تھا ایک ایسا گنجِ گرانمایہ جسے لُٹانے والے نے دونوں ہاتھوں سے لُٹایا لیکن اُس جلیل و قدیر کی رحمت و برکت سے وہ ہر آن زیادہ ہی ہوتا چلا گیا ــــــ یُوں تو حضرت میاں صاحبؓ کا ہر لمحہ ہی مجاہدۂ دین میں گزرتا تھا لیکن اصلاحِ خلق کے لئے بھیجے گئے امام (علیہ السلام) کے اس مجاہد بیٹے کی آخری بابرکت مہم کا نقش تو ایک عمر تک قلب و ذہن پہ مرتسم رہے گا۔ وہ مہم جس میں ملّتِ احمدیہ نے آپ کی اور صاحبزادہ میرزا ناصر احمد (مدظلہ) کی بابرکت قیادت میں امامِ ہمام (علیہ السلام) کی تصنیفِ لطیف "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" کی اشاعت پر حکومتِ مغربی پاکستان کی طرف سے عائد کر دی جانے والی پابندی کے خلاف پُرخلوص اور مضطربانہ کوششیں کیں۔ وہ دن جب ہر سچے احمدی کا دل تشویش و درد سے دھڑکتا، رِستا اور بہتا رہتا تھا حضرت میاں صاحبؓ (نوّر اللہ مرقدہٗ) کی ان ایام میں بے قراری تو دیکھنے کی تھی۔ اِدھر ہدایت دی جا رہی ہے اُدھر نصیحت فرمائی جا رہی ہے اور درمیانی وقفے میں الفضل کے لئے نوٹ لکھا جا رہا ہے ــــــ یہ اُس بلند و لازوال کا بے پایاں احسان ہے کہ "لاہور" کو بھی حق و صداقت کی اس جدوجہد کی تائید میں آواز بلند کرنے کی تھوڑی سی توفیق ملی مگر مَیں نے محسوس کیا کہ حضرت میاں صاحبؓ نے اپنے اِس ناچیز کی اِس حقیر خدمت کو ازراہِ غریب نوازی ہمیشہ بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ لاہور کے اُن ایام کے شماروں کا لفظ لفظ بغور مطالعہ فرماتے۔ کبھی تحریر فرماتے :-

"عزیز مکرم! سرورق کی نظم پڑھی
ماشاء اللہ بہت خوب ہے۔ دل میں
درد کی ایک ٹیس پیدا کرنے والی ہے
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے ــــــ"

کبھی اِن الفاظ میں اِس بے نوا کی حوصلہ افزائی فرماتے :-

"آپ کے گزشتہ اداریے نے
توسیع مسجد دردمند دلوں میں ایک ماتمی
کیفیت پیدا کر دی ہے اللہ اربابِ
حل و عقد کو توفیق دے کہ وہ اس
ظلم کی جلد تر تلافی کر سکیں ——"

اور کبھی اس بالواسطہ انداز میں حکومت کو اپنی لغزش کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے :-

"—— عیسائی حکومت کے مقابلہ
پر مسلمان حکومت کی نا انصافی بڑے ہی
دُکھ کی بات ہے کاش وہ سمجھے ——"

بس صبح و شام ذکر تھا تو اس کتاب کا۔ سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اعصاب پر فکر سوار تھا تو اس پر سے اشاعت کی پابندی اُٹھ جانے کا —— بارے درد و کرب کے دن کٹے۔ تکدّر کے بادل چھٹے۔ حکّام بالا کو اپنی لغزش اور ایک امن پسند جماعت کے دلی کرب کا احساس ہوا۔ اور لاہور میں مدیرانِ جرائد کے ساتھ چیف سیکرٹری کی ایک خصوصی کانفرنس کے بعد جس میں اس کتاب پر پابندی کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آیا میں نے لاہور ہی میں صاحبزادہ میرزا ناصر احمد صاحب کو (جو اس وقت کسی ضروری کام سے کراچی تشریف لے جا رہے تھے) یہ مژدہ سُنایا کہ انشاء اللہ العزیز یہ پابندی چند دنوں کے اندر اندر اُٹھ جائے گی! آپ نے فرمایا :-

"اللہ ایسا ہی کرے۔ بہتر ہو کہ آپ
وقت نکال کر خود جا کر ان (حضرت میرزا
بشیر احمدؓ) کو بھی تمام تفاصیل سُنا
آئیں اُن کے لئے تو اس فکر نے
ایک علیحدہ مرض کی صورت اختیار
کر لی ہے۔ خط لکھنے کی بجائے آپ
کا خود جانا اُن کے لئے زیادہ سکون
کا باعث ہوگا ——"

حضرت مولٰنا! یہی وہ ملاقات ہے۔ وہ نقشِ لازوال جس کی نورانی اور بابرکت یادوں کی حلاوت عمر بھر میرے محسوسات میں گھُلی رہے گی۔ لیجئے اُس بادشاہ کی گدا نوازی کی یہ واردات بھی سُن دیکھئے۔

اُسی رات لائلپور میں مشاعرہ تھا۔ جو رات کے ۱ ½ بجے تک جاری رہا۔ کوئی تین بجے آنکھ لگی اور فجر کی اذان سُنتے ہی کھُل گئی۔ اُٹھا اور خلّاقِ دو جہاں کے حضور سجدہ ہائے تشکر ادا کر کے فوراً "دارالہجرۃ" کی طرف روانہ ہو گیا۔ ربوہ میں داخل ہوتے ہی صدر انجمن احمدیہ کے آڈیٹر چودھری ظہور احمد صاحب مل گئے۔ مَیں نے اُن سے اپنی حضرت میاں صاحبؓ سے ملاقات کی خواہش کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی کہ اگر ملاقات جلد ہو جائے تو وقت پر لوٹ کر دفتر میں کچھ کام بھی کر سکوں! دُھوپ چڑھ آئی تھی۔ حضرت میاں صاحب کی طبیعت بھی اچھی نہ تھی چودھری صاحب ازراہِ مسافر نوازی میرے ساتھ ہو تو لئے لیکن متذبذب و متامّل انداز میں۔ البشریٰ کے بیرونی دروازہ ہی سے حضرت میاں صاحب کے خادمِ خاص بشیر احمد نے مجھے دیکھ کر اندر اطلاع کر دی۔ فوراً

دونوں نیازمندوں کو اندر طلب کر لیا گیا اس طرح کہ جب
مَیں اندر کے کمرے کی دہلیز پر پہنچا تو

ایک پُر نُور بابرکت آغوش
میری عمر بھر کی خطاؤں کو کارہائے
نمایاں میں تبدیل کر دینے کیلئے
مضطرب و بیقرار تھی۔

بابرکت معانقہ کے بعد خادم نے اپنے مقام یعنی فرش ہی پر بیٹھنا چاہا لیکن آج تو جیسے اس ہیچمدان پر انتہائے التفات کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ وہی سراپا محبوبیت آغوش پھر کھلی اور مجھے باصرار اپنے ساتھ پلنگ پر بٹھایا۔ ہزار محبت سے میری گزارشات سنیں اور ان کے وقفوں میں بار بار "لاہور" کو بابرکت دعاؤں سے نوازا اور پھر نہ جانے کیا موج آئی۔ بابرکت نگاہوں میں ایکا ایکی مسرت کا ایک نُور سا چھلکا فرمایا:۔

"ـــــ ہمارے ثاقب صاحب (اُف
تو یہ اب کان ان دو محبت بھرے
لفظوں کو سننے کے لئے عمر بھر
ترستے رہیں گے) کچھ کمزور ہو گئے
ہیں۔ ان کے چہرے سے تھکن نمایاں
ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ ـــــ"

عرض کیا "سیّدی! دراصل رات لائلپور میں مشاعرہ تھا۔ یہ تھکن رات بھر کی بیداری کا نتیجہ ہے ورنہ مَیں خدا کے فضل اور آپ کی دعاؤں کے طفیل بھلا چنگا ہوں"ـــــ
لیکن دو ایک باتوں کے بعد اسی پیار اور للک سے

پھر فرمایا:۔

"ـــــ خدا معلوم آج ہمارے ثاقب
صاحب اتنے تھکے تھکے سے کیوں ہیں
اچھا ہم انہیں اپنے ہاتھ سے جوس
پلاتے ہیں ـــــ"

(ہائے وہ رسیلی پیاری اور پُراعتماد آواز اب بھی میری سماعت میں وہی رس گھول رہی ہے)

اتنا کہتے ہی اپنی علالت کو بالائے طاق رکھ کر اُٹھے اور چھوٹے چھوٹے قدم بھرتے ہوئے الماری تک گئے۔ چابیوں کے گچھے میں سے خاص چابی نکالی۔ دروازہ کھولا خادم کو آواز دیکر اندر سے بلایا اور جوس تیار کرنے کی اشیاء نکال کر حوالے کیں۔

وہی کھلا کھلا سا کرتہ ڈھیلی ڈھالی
شلوار۔ کھلا کھلا بھرا بھرا سا جسم۔

اس سارے عرصہ میں محبت سے معمور نگاہیں کنکھیوں سے ہم پر تھیں۔ یا شاید کہ ہمارا اعزاز بڑھاتی رہیں ـــــ
یہاں تک کہ وہ مبارک لمحہ آ گیا اور ایک گداز اور مبارک ہاتھ میری طرف بڑھا۔ اور مَیں نے اُن بابرکت نگاہوں کی شہ پا کر وہ آبِ حیات بھرا گلاس حلق سے اُتار کر اپنے رگ و ریشہ میں دوڑا لیا۔
وقت تھا کہ صبا رفتاری سے گزر رہا تھا۔ بالآخر ہماری ہی گزارش پر اجازت رخصت مرحمت ہوئی۔ وہی پُر نُور آغوش ایک بار پھر کھلی اور اُس نے ایک دفعہ پھر اپنے عاصی کو اپنی برکتوں سے ڈھانپ لیا ـــــ اور یہ اسی بابرکت ملاقات کے خمار ہی کا نتیجہ تھا شاید کہ

میں اور چوہدری صاحب البشریٰ
سے نکل کر اناﷲ وانا الیہ راجعون تک پہنچ
جانے کے باوجود ایک دوسرے سے
کوئی بات نہ کر سکے بس ایک پُر کیف و
رُوح آفریں سی کیفیت دونوں کے
دلوں پر طاری رہی جس نے زبانوں
پر مُہرِ سکوت لگائے رکھی مبادا اُس
حلاوت کا ذائقہ کسیلا ہو جائے

ع یقیناً

میں اس حسین یاد کو دل میں بساؤں گا
اک لازوال نقشِ محبت بناؤں گا

مگر اے ذرّوں کو بیک جنبشِ نگاہ آفتاب بنا دینے والے
دلدار و محبوب - اب تو ہی بتا کہ تیری محبتوں، رعنائیوں اور
نوازشوں کے رسیا غلام کہاں جائیں کس دروازے
پر دستک دیں حضور (ایدہ اﷲ تعالیٰ بنصرہ العزیز)
فرشتہ خصلت ہیں اور تو ننگا ہوں میرا تو وصل
خواب و خیال سے بھی دُور ہے -

حضرت مولٰنا! میں آج بھی دراصل خط کے
ذریعے آپ کی خدمت میں معذرت ہی لکھنے بیٹھا تھا لیکن
اُس محبوب و دلدار کا ذکرِ لذیذ کس قدر بابرکت ہے کہ یہ
خط بھی پھیل کر مضمون سا بن گیا ہے - جانے آپ کے نمبر
میں میری ان بلبلاہٹوں کے لئے گنجائش بھی نکل سکے گی یا
نہیں -

یہ تو اور بھی عجیب ہے کہ آج جو اس مکتوب نویسی
نے دل و دماغ کے تار جھنجھنا دیئے تو میں اپنی آتشِ بیقراری

برساؤں کا چھینٹا دینے کے لئے حسب سابق حضرت
میاں صاحب مرحوم و مغفور کے مکاتیب کے خزانے ہی
کی طرف لپکا - اور جس نامۂ مبارک پر سب سے پہلے
نگاہ پڑی وہ ۲۲ رمئی ۱۹۶۳ء کی یہ تحریر تھی :-

"عزیزم مکرم ثاقب صاحب!
السلام علیکم و رحمۃ اﷲ و برکاتہٗ
آپ کا خط مؤرخہ $\frac{۴}{۶۳}$ ۲۹ موصول
ہوا - جب والد صاحب کی وفات پر
غم و الم کے جذبات کا ہجوم ہوا کرے
تو آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا یہ الہام یاد کر لیا کریں جو
حضور کو اپنے والد یعنی ہمارے دادا
کی وفات پر ہوا تھا :-
"الیس اﷲ بکافٍ عبدہٗ"
یعنی اے میرے بندے تو کیوں گھبراتا
ہے کیا میں تیرے لئے کافی نہیں اور
کیا میں تیرے بوجھوں کے اٹھانے کی
طاقت نہیں رکھتا ؟ ——"

لہٰذا آخر میں میں اپنے اس روحانی باپ کے بتائے ہوئے
نسخۂ شافی ہی کے مطابق اُن کے غمِ فراق کو برداشت کرنے
کیلئے بھی اُسی عظیم و برتر سے مستدعی ہوں کہ وہی میرے
لئے اور ہم سب کے لئے کافی ہو جائے اور ہمارے اُن
بوجھوں کو خود اٹھا لے جن کے اُٹھانے کی طاقت
ہم کمزوروں اور لاچاروں میں نہیں رہی - آمین

ناچیز - ثاقب زیروی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات گرامی

(جناب قریشی عطاء اللہ صاحب کارکن نظارت خدمت درویشان ربوہ)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی جماعت احمدیہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ چنانچہ اسی باعث اکثر احباب آپ کی خدمت میں دعا کے لئے اور بعض دینی و دنیوی مسائل دریافت کرنے کی غرض سے خطوط لکھا کرتے تھے جن کے جوابات حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے دیئے جاتے تھے۔ ان میں سے بعض خطوط جو دستیاب ہو سکے ہیں احباب کے استفادہ کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱)

چوہدری رشید الدین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے کوئٹہ سے مورخہ ۱۹ ۱/۵۹ کو دریافت کیا کہ آج کل کئی لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں کہ انسان کے چاند پر پہنچنے کے امکانات دن بدن روشن ہو رہے ہیں اور قرآن مجید بھی سورۃ رحمٰن میں زمین کے قریبی سیاروں تک پہنچنے کے امکان کو تسلیم کرتا ہے تو اس صورت میں قرآن مجید کی آیت فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون کی کیا تشریح ہوگی؟"

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ کا خط ملا۔ اوّل تو ہنوز دلّی دور است۔ جب لوگ چاند پر پہنچ جائیں گے اُس وقت خدا اِس سوال کا جواب بھی سمجھا دے گا۔ دوسرے یہ خیال بھی بالکل درست ہے کہ چاند دراصل زمین کا حصّہ ہے اور اس کے اردگرد طواف کرتا رہتا ہے۔" (مکتوب مورخہ ۲۲ ۱/۵۹)

(۲)

چوہدری مبارک احمد صاحب راولپنڈی نے اپنے خط مورخہ ۱۲ ۱۲/۵۹ میں دعوتِ ولیمہ کی فلاسفی کے متعلق دریافت کیا جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ کا خط ملا۔ دعوتِ ولیمہ ایک مسنون دعوت ہے جو شادی کے بعد خاوند بیوی کی خلوت پر دی جاتی ہے۔ اس لئے خلوت سے قبل کی دعوت مسنون دعوتِ ولیمہ نہیں سمجھی جا سکتی۔ دعوتِ ولیمہ کی غرض خلوت کا اعلان ہے اور دوسرے ایک خوشی کی تقریب بھی ہے۔"

(مکتوب مورخہ ۱۶ ۱۲/۵۹)

(۳)

امۃ الرشید صاحبہ بنت بابو محمد امین صاحب مرحوم سیالکوٹ نے اپنے خط مورخہ ۱۲/۵۹ ۱۹ میں دریافت کیا کہ اُن کی نانی صاحبہ (جو جناب خلیفہ نور الدین صاحب آف جموں کی ہمشیرہ اور مولوی اللہ دتا صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں) ۱۹۲۹ء میں فوت ہو کر سیالکوٹ میں امانتاً دفن ہیں اور ان کی والدہ کو فوت ہوئے بھی ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں اور وہ بھی سیالکوٹ میں امانتاً دفن ہیں کیا اب اُن کی نعشوں کو ربوہ لانے کے لئے قبریں اکھاڑی جائیں تو یہ جائز ہے؟ اور پھر یہ بھی ڈر لگتا ہے کہ اگر صندوق خراب ہو چکے ہوں یا اندر کچھ بھی نہ ہو تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ :-

"آپ کا خط ملا - عرصہ گزر جانے کے بعد بھی لاش ربوہ لائی جا سکتی ہے۔ حضرت صاحبؑ کے زمانہ میں تو ایک دفعہ ایک بزرگ کی ہڈیاں نکال کر لائی گئی تھیں۔ اصل غرض ایک جگہ دفن کرنے سے دعا کی تحریک اور بزرگ ہونے والوں کے ساتھ عقیدت ہوتی ہے۔ آپ بے شک لا سکتی ہیں لیکن اگر صندوق خراب نکلے تو نیا صندوق بنا لیں لیکن کیوں نہ ایسا کریں کہ جہاں اتنا عرصہ گزر چکا ہے کچھ عرصہ اور انتظار کر کے قادیان کا رستہ کھلنے پر وہاں لے جائیں - اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔" (مکتوب مورخہ ۱۲/۵۹ ۲۰)

(۴)

چوہدری غلام قادر صاحب احمدی نمبردار اوکاڑہ ضلع منٹگمری نے اپنے خط مورخہ ۳/۶۰ ۴ میں اپنی بہو کو طلاق دیئے جانے کے متعلق تحریر کیا جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ :-

"آپ کی خدمت میں دو کاغذات ارسال کر رہا ہوں۔ کیا آپ اس معاملہ میں اپنی بہو یا اس کے والد کی کوئی مدد فرما سکتے ہیں۔ مجھے اندرونی حالات کا علم نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو ابغض الحلال قرار دیا ہے اور علیحدگی کی صورت میں حکم دیا ہے کہ تسریح باحسان یعنی اگر جُدا کرنا ناگزیر ہو جائے تو پھر نیکی اور احسان کے طریق پر جُدا کر دو۔" (مکتوب ۳/۶۰ ۶)

(۵)

چوہدری علی قائم خاں صاحب انصر ڈھاکہ نے اپنے خط مورخہ ۴/۶۰ ۵ میں ایک مشورہ طلب کیا کہ کیا ان کے لئے اس وقت زندگی وقف کر دینا مناسب ہوگا یا نہیں؟ اگر بڑھاپے میں زندگی وقف کی جائے تو یہ ایک قسم کا Reem ployment وقف کے بہانہ سے ہوگا اور اگر اب وقف کیا جائے تو اس صورت میں آمدنی بہت کم ہو جائیگی اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا کہ :-

"آپ کا خط موصول ہوا - اللہ تعالیٰ اپنے

فضل سے آپ کے تبادلے والے معاملے میں
ایسا رستہ کھول دے جو اللہ کے علم میں دین و
دنیا کے لحاظ سے بابرکت ہو۔ آمین

جہاں تک وقف کا سوال ہے میں صرف
اصولی مشورہ دے سکتا ہوں کہ یہ ایک بڑا
نازک معاملہ ہے جس میں ثواب اور ترقی کی
بھی بڑی گنجائش ہے اور ٹھوکر کھانے اور
ابتلا میں ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔
اس لئے بڑے غور اور حالات کا جائزہ لینے
کے بعد قدم اٹھائیں۔ بلکہ میرا مشورہ یہ ہے
کہ آپ اپنی موجودہ ملازمت کی میعاد پوری
کر کے سلسلے کی خدمت کی طرف آئیں تو آپ
کے حالات کے لحاظ سے بہتر ہوگا۔ ویسے
مجھے آپ کا یہ جذبہ معلوم کر کے بہت خوشی
ہوئی کہ آپ نے اپنے والد مرحوم کا ورثہ
پایا ہے۔ اُن میں خدمتِ دین کا بڑا جذبہ
تھا۔ اگر اُن کی اولاد میں کوئی بچہ اس رستے
کو اختیار کرے تو اس سے بڑھ کر برکت
اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے
ساتھ ہو اور آپ کی زندگی میں اور آپ کے
حالات میں اپنے فضل و کرم سے برکت ڈالے"
(مکتوب مورخہ ۱۶/۶/۵۷)

(۶)

مرزا مقصود بیگ صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور
نے اپنے خط کے ساتھ اخبار "امروز" کا ایک کٹنگ بھیجکر
فتویٰ پوچھا کہ کتوں کی تجارت کے متعلق شریعت کی رُو
سے کیا احکام ہیں۔
جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے
تحریر فرمایا کہ:۔
"کتا تو حرام ہے لیکن کتوں کو مارنا جائز
ہے بلکہ بعض حالات میں ضروری ہو جاتا ہے۔
کیونکہ اُن کے پھیلنے سے بیماریوں کا خطرہ
ہوتا ہے۔ آوارہ کتوں کو باہر بھجوانا بھی
دراصل ان کے مارنے اور تلف کرنے کے مترادف
ہے۔ باقی اگر کوئی غیر مسلم انہیں کھاتا ہے تو
یہ اس کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے بھی ایک زمانہ میں قادیان کے آوارہ کتے
مروا دیئے تھے۔ انما الاعمال بالنیات۔
اس میں شبہ نہیں کہ پاکستان میں آوارہ کتوں
کی بڑی کثرت ہے جو تکلیف اور خطرہ کا موجب
ہے۔ اصل پہلو آوارہ کتوں سے خلاصی
پانا ہے۔ باقی بہرحال ہر مسلمان کے لئے کتوں
کا گوشت حرام ہے"

(۷)

مرزا عبدالرشید صاحب کارکن تحریک جدید ربوہ
نے اپنے خط مورخہ ۲۷/۶/۴ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کا تبرک حاصل کرنے کیلئے تحریر کیا جس کے جواب میں
حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔
"آپ کا خط ملا۔ تبرکات کا معاملہ اب
بہت مشکل ہے۔ اگر نصف انچ ٹکڑا بھی بانٹا

جائے تو جماعت میں پورا نہیں ہو سکتا۔ آپ
اپنے ایمان اور اعمال سے مجسم تبرک بننے کی
کوشش کریں۔ یہ تبرک سب تبرکوں سے بہتر
ہے۔" (مکتوب ۵۶/ل مورخہ ۵/۶ ب)

(۸)

مکرم ایڈیشنل ناظر صاحب اصلاح و ارشاد ربوہ
نے اپنی چٹھی ۱۰/الف/ل ۳/۶ ب میں مولوی قمر الدین صاحب
اور شیخ عبدالقادر صاحب کے دَورہ ضلع منٹگمری کی رپورٹ
درج کرکے بھجوائی جس میں یہ بھی ذکر کیا کہ ان کا وفد مرزا
احمد بیگ صاحب (ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر) کی معیت
میں محمدی بیگم صاحبہ اور اُن کے لڑکے مرزا اسحاق بیگ
صاحب کو ملا اور مرزا احمد بیگ صاحب نے محترمہ موصوفہ
سے بات چیت کی اور اُن کو سلسلہ احمدیہ میں داخل
ہونے کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ میری انتہائی خوشی
ہوگی کہ آپ بیعت کرلیں۔ اس پر محترمہ موصوفہ نے کہا کہ
مَیں حکم کی منتظر ہوں اور اُجالا ہونے پر ربوہ آجاؤں گی
اور آپ جلد ہی خوش ہو جائیں گے۔

اس رپورٹ پر حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا کہ:-

"محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کو یہ بھی کہنا
چاہیئے تھا کہ اُن کی والدہ اور بہن اور
بہن کی اولاد اور خود اُن کا اپنا ایک
بچہ بھی احمدیت میں داخل ہو چکا ہے
اور تحریک کرنی چاہیئے کہ آپ خالی الذہن
ہو کر استخارہ کریں۔
(مکتوب ۶۲/ل ۵/۶ ب)

(۹)

محمد اسمٰعیل احمد صاحب کراچی نے اپنے خط
مورخہ ۱/۶ ب میں تحریر کیا کہ انہوں نے عید الاضحیٰ کے
موقعہ پر ایک بکری قربانی کے لئے خریدی لیکن وہ اس
وقت دودھ دینے والی ثابت ہوئی ہے جس کی وجہ
سے اسے قربانی میں دینے کا خیال چھوڑ دیا اور پھر بچوں
کی بیماری کی وجہ سے اُن کی اہلیہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
چلی گئیں جس کی وجہ سے عید کے موقعہ پر دوسرا جانور
لے کر قربانی نہ دی جا سکی۔ کیا اب قربانی کی قیمت آپ
کے پاس بھجوا دی جائے تاکہ وہاں یہ فریضہ ادا ہو سکے۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا:-

"مجبوری کی صورت میں بعد میں بھی
قربانی ہو سکتی ہے۔ انما الاعمال
بالنیات۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں
کو شفا دے۔ رقم بھجوا دیں۔ قربانی ربوہ
میں کرا دی جائے گی۔"
(مکتوب ۸۴۶/ل ۱۲ ۷/۶ ب)

(۱۰)

مولوی محمد اسحاق صاحب سابق مبلغ نائیجیریا نے
اپنے خط محررہ ۱۲/۵۹ ۲۱ میں برتھ کنٹرول کے بارے میں
مسئلہ دریافت کیا۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا کہ:-

"آپ کا خط ملا۔ جزاکم اللہ۔ خاندانی
منصوبہ بندی کا مسئلہ قومی لحاظ سے
آجکل بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اب موجودہ

منفرق نوٹ خفیف سے اضافہ کے ساتھ رسالہ
کی صورت میں شائع کئے جا رہے ہیں مفصل رسالہ
انشاء اللہ حسبِ توفیق بعد میں چھپے گا (یہ رسالہ
اب چھپ چکا ہے) فی الحال آپ اگر پسند
کریں تو موجودہ رسالہ نظارت اصلاح وارشاد
سے منگوا سکتے اور تقسیم کر سکتے ہیں۔ جماعت
کے موجودہ دَور میں تو بہرحال تزوّجوا الولود
الودود والا پہلو ہی مقدّم ہے۔

جہاں تک نطفہ کی جان کا تعلق ہے۔
بے شک اس میں روح نہیں مگر جان اور زندگی
ضرور ہے اور اسی جان اور زندگی کے پیش نظر
ہی قرآن مجید نے نطفہ کے دانستہ ضائع کرنے
کو قتلِ اولاد شمار کیا ہے۔ البتہ غیر ارادی
اور غیر اختیاری ضیاع کا معاملہ جداگانہ ہے۔
اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور مقبول خدمت
کی توفیق دے۔"

(۱۱)

ملک بشارت علی خاں صاحب آف امین آباد
سروے انجنیر مانسہرہ نے اپنے خط مورخہ ۶/۴ میں اپنی
مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔
جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے
تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ کا خط ملا۔ دنیا دار الابتلاء ہے
اس میں مشکلات آتی رہتی ہیں جن سے انبیاء تک
محفوظ نہیں مگر صبر اور ہمت سے کام لینے
والوں کے لئے بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ
کی مشکلات دُور فرمائے اور راحت اور برکت
کی زندگی نصیب کرے۔"

(۱۲)

مکرم ملا فضل کریم صاحب ڈھاکہ نے اپنے خط
مورخہ ۳۰/۶ میں لائف انشورنس کرانے کے بارہ میں
مسئلہ دریافت کیا۔
جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ کا خط ملا۔ میں اس وقت اپنی اہلیہ
کی بیماری کے تعلق میں سفر میں ہوں صرف مجمل
جواب دیتا ہوں کہ لائف انشورنس تو آپ نہ
کرائیں باقی دوسری قسم کی انشورنس جو کاروبار
میں ہوتی ہے یا جو حکومت کے انتظام میں
ہوتی ہے وہ بے شک کرالیں لائف انشورنس
کے متعلق ابھی تحقیق مکمل نہیں ہوئی۔ اس میں سود
اور جوئے کا عنصر آجاتا ہے۔ یہ عنصر دوسری
قسموں میں بھی آتا ہے مگر دوسری قسموں میں
ایک حد تک مجبوری ہوتی ہے۔ یہ میری سرسری
رائے ہے۔" (مکتوب ۲۹ ۹/۸)

(۱۳)

مکرمہ امۃ الرشید شوکت صاحبہ اہلیہ مکرم ملک
سیف الرحمٰن صاحب ربوہ نے رسالہ مصباح کی ادارت
سپرد ہونے پر حضرت میاں صاحبؓ سے ہدایات لینے
کے لئے مورخہ ۱۲/۱ کو خط لکھا۔
جس پر حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ کا خط ملا۔ اللہ تعالیٰ ایڈیٹر
مصباح کے طور پر آپ کا تقرر مبارک کرے
اور آپ کو اسلام اور احمدیت کے مفاد میں بہترین
خدمت کی توفیق دے۔ دعا کر کے کام شروع کریں۔
رسالہ میں بعض مضامین مستقل نوعیت کے ہونے
چاہئیں اور بعض وقتی حالات کے مطابق۔ چند
کالم سوال و جواب کے بھی رکھیں کہ مصباح بہنیں
آپ سے سوالات پوچھیں اور آپ ان کا مختصر سا
جواب دیں۔ اس سے دلچسپی پیدا ہوگی۔ نیز
خاص خاص جماعتوں کے ساتھ رسالہ کے متعلق
خط و کتابت بھی رکھا کریں۔ اس سے ان کا ذوق
و شوق ترقی کرے گا۔ جو غلط اور خلاف شریعت
رجحانات آجکل عورتوں میں عموماً پیدا ہو رہے ہیں
اُن پر نگاہ رکھیں اور مضامین کے ذریعہ اُن کا
ازالہ کرتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

(۱۴)

مکرم ایم مسلم صاحب مسلم ٹریڈنگ ایجنسی چٹاگانگ
نے اپنے خط مورخہ ۱/۶۱ میں انشورنس کے بارہ میں مسئلہ
دریافت کیا۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا کہ:-
"آپ کا خط ملا۔ انشورنس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں ہوتی تھی اسلئے اسے
دوسرے مسائل پر قیاس کرنا ہوگا۔ پس اگر کسی میں
سود اور جوئے کا عنصر نہ آئے تو وہ جائز ہوگی
لیکن اکثر صورتوں میں یہ ناجائز ہی جاتا ہے۔ گویا
خالص دودھ میں ایک قطرہ گندگی کا مل جاتا ہے
آگے آپ خود سمجھ لیں۔" (مکتوب ۵۰۰۰ ۱۰-۱/۶۱)

(۱۵)

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کی
وفات پر مندرجہ ذیل خط ان کی لڑکی امۃ الرحیم صاحبہ کو
عراق کے پتہ پر حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا:-

"مکرمہ و محترمہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
بڑے افسوس کے ساتھ آپ کو اطلاع
دیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم
اور مخلص صحابی اور آپ کے والد صاحب محترم
حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی وفات
پا گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔
وفات پاکستان میں ہوئی اور نماز جنازہ ربوہ
اور قادیان دونوں جگہ ہوا۔ اور اپنی دلی خواہش
کے مطابق دفن مقبرہ بہشتی قادیان میں ہوئے۔
اللہ تعالیٰ سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق
دے اور حضرت بھائی صاحب کی نیکیوں کا وارث
عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
پرانے صحابی فوت ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
جماعت پر رحم فرمائے۔ بچوں کو پیار۔ تفصیل
آپ کو الفضل سے معلوم ہو جائے گی۔ بہتر
ہوگا کہ اب آپ اپنی والدہ صاحبہ اور بھائیوں
کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کریں۔ زندگی کا
اعتبار نہیں۔ مرزا صاحب کو سلام۔"
(مکتوب ۵۱۵۷ مورخہ ۱۶-۱/۶۱)

(۱۶)

شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے خط مورخہ ۲۱/۱/۶۱ کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:-

"آپ کا خط ملا۔ اگر کوئی متوفی مخالف نہیں تھا اور مصدق تھا اور جماعت کے ساتھ ملا جلا رہتا تھا تو اس کا جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔ دعا کرنے میں تو بہر حال کوئی حرج نہیں"

(مکتوب ۵۳۴۲ مورخہ ۲۸/۱/۶۱)

(۱۷)

مکرم محمد علی صاحب وانگ چینی نے ٹرکی سے اپنے خط مورخہ ۲۷/۳/۶۱ میں اپنے والد حاجی جلال الدین صاحب وانگ کی وفات کی اطلاع دی اور دعا کے لئے درخواست کی جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا کہ:-

"آپ کا خط محررہ ۲۷/۳/۶۱ موصول ہوا۔ آپ کے والد صاحب کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے اور آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ہر قسم کی مشکلات اور تکالیف سے بچا کر رکھے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ آپ اس موقعہ پر صبر اور ہمت سے کام لیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مصیبت کے وقت صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے اور اُن کی مدد فرماتا ہے۔ آپ بھی اگر صبر اور ہمت سے کام لیں گے اور خدا سے دعا کرتے ہوئے ضروری ظاہری تدابیر اختیار کریں گے تو انشاء اللہ آپ کو خدا کی نصرت حاصل ہو گی۔ انسانی زندگی بہر حال محدود ہوتی ہے اور ہر شخص نے آگے پیچھے آخرت کا سفر اختیار کرنا ہے۔ آپ مومنوں کی طرح بہادر بن کر اس صدمہ کو برداشت کریں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مشکلوں کو اپنے فضل و کرم سے دُور فرمائے اور آپ کے لئے سہولت کا رستہ کھول دے آمین۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے دل کو مضبوط کر کے خدا پر بھروسہ رکھیں گے اور جو ظاہری تدبیریں آپ کے لئے ممکن ہیں اُن کی طرف سے کبھی غافل نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنی جناب سے راحت اور برکت عطا کرے۔"

(مکتوب ۷۳۲۶ مورخہ ۳/۴/۶۱)

(۱۸)

مکرم عبد الغفار خان صاحب نے آسٹریلیا سے اپنے خط مورخہ ۱۸/۱/۶۱ میں لکھا کہ انہوں نے اپنے ایک دوست کی لڑکی کی شادی میں شامل ہونا ہے اور ساتھ ہی نکاح بھی پڑھانا ہے اسلئے انہیں نکاح کی رسم کی ادائیگی کا طریقہ اور شرائط اور دعائیں جو ضروری ہیں خط کے ذریعہ تحریر فرما دیں۔ اور کیا انگریزی زبان میں بھی خطبہ نکاح دیا جا سکتا ہے؟

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:-

"آپ کا خط محررہ ۱۸/۱/۶۱ موصول ہوا۔ فکر کی ضرورت نہیں۔ بے شک نکاح کے موقعہ

پر بعض آیات کا پڑھنا مسنون ہے لیکن ضروری نہیں۔ معذوری کی صورت میں آیات کی تلاوت ترک کی جاسکتی ہے۔ ان آیات میں تقویٰ کا ذکر ہے آپ اس موقعہ پر خاوند بیوی کے حقوق سے تعلق رکھنے والی نصیحتیں دو چار منٹ کیلئے کر دیں اور اس سے پہلے برکت کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھ دیں۔ بس یہی کافی ہے۔ اسلام رسوم کا غلام نہیں بلکہ رُوح کی طرف دیکھتا ہے۔ بہرحال آپ اس قسم کی نصیحت کے بعد سب سے پہلے لڑکی کے ولی کو لڑکے اور لڑکی کا نام لینے کے بعد اور مہر کی مقدار بتانے کے بعد پوچھیں کہ کیا اُنہیں اپنی بیٹی یا بہن (جیسا بھی رشتہ ہو) کا نکاح اس قدر مہر پر فلاں شخص کے ساتھ منظور ہے؟ اور جب لڑکی کا ولی اپنی منظوری دیدے تو آپ لڑکے سے اسی طرح تفصیل بتا کر منظوری حاصل کریں اور اس کے بعد رشتہ کے بابرکت ہونے کی دُعا کرا دیں۔ بس یہی کافی ہے۔"

(مکتوب ۵۴۰۵ مؤرخہ ۳۱ ۱/۶۱)

(۱۹)

مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے برٹش گی آنا سے اپنے خط مؤرخہ ۲۶ ۲/۶۱ میں لکھا کہ یہاں ایک غیر مبائع ڈاکٹر آئے جنہوں نے بیان کیا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام بتایا تھا کہ وہ آپ کی دعاؤں کو جو آپ کے خاندان کے لئے ہوں گی قبول نہیں کرے گا۔ اس بارے میں میری رہنمائی فرمائی جاوے تاکہ ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا جا سکے۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا کہ:-

"آپ کا خط ملا۔ جزاکم اللہ۔ آپ کو اس غیر مبائع نے دھوکا دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام یہ تھا کہ اجیب کل دعائک الا فی شرکائک۔ یعنی مَیں تیری ساری دعاؤں کو قبول کروں گا سوائے ایسی دعاؤں کے جو تُو اپنے رشتہ داروں کے متعلق کرے جو تیرے خلاف اور مدمقابل ہیں۔ پس آپ کو اس معاملہ میں اس غیر مبائع نے دھوکا دیا ہے۔ اولاد کے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ صالح ہوگی اور ترقی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور حافظ و ناصر رہے۔" (مکتوب ۶۴۸۷ مؤرخہ ۷ ۳/۶۱)

(۲۰)

چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ نے میسور (ہندوستان) سے اپنے خط مؤرخہ ۲۶ ۲/۶۱ میں تحریر کیا کہ ان کی عمر ۲۷-۲۸ سال کے درمیان ہے اور چند ماہ سے بڑی شدت سے یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ چالیس سال کی عمر کی حد بالکل قریب نظر آرہی ہے جو عادت اور کمزوری اس عرصہ میں راسخ ہو گئی وہ اس کے بعد کہاں دُور ہوگی۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحب

تحریر فرمایا کہ:-

"قرآن فرماتا ہے لا تیئسوا من روح اللہ۔ اپنی طرف سے ظاہری کوشش جاری رکھیں اور مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

(۲۱)

مکرم محمد علی صاحب گلبرگ لاہور نے اپنے خط مؤرخہ ۲۷/۵/۶۱ میں تحریر کیا کہ اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن ہوں تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:-

"میری ذاتی رائے یہی ہے کہ اگر عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو دونوں پڑھنی چاہئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی اسوہ بھی یہی تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک دفعہ جمعہ ترک کرنے کی اجازت دی تھی (کیونکہ بعض حدیثوں میں اس قسم کا ذکر آتا ہے) مگر حضورؐ کے زمانہ میں کثرت کے ساتھ عید اور جمعہ دونوں پڑھے گئے۔ اور اس دفعہ حضور نے یہی ارشاد فرمایا کہ دونوں پڑھے جائیں۔"

(مکتوب ۲۳۷۷ مؤرخہ ۱/۶/۶۱)

(۲۲)

مکرم نیاز احمد صاحب نے بحرین سے اپنے خط مؤرخہ ۱۳/۵/۶۱ میں دریافت کیا کہ کیا اسلام کسی صورت میں جھوٹ بولنے کی اجازت دیتا ہے؟

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:-

"اسلام جھوٹ کا سخت دشمن ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو تیسرے درجہ کا بھاری گناہ شمار کیا ہے۔ اس کے متعلق آپ میرا رسالہ چالیس جواہر پارے اور دوسرا رسالہ اچھی مائیں مطالعہ فرمائیں۔ البتہ جنگ وغیرہ کے حالات میں جہاں رازداری انتہائی طور پر ضروری ہوتی ہے وہاں اسلام نے اس قسم کی اجازت دی ہے کہ دشمن سے پردہ رکھنے کی غرض سے اپنی نقل و حرکت کے متعلق محتاط الفاظ بیان کر دیئے جائیں۔ مثلاً اگر انسان دور سے آ رہا ہو تو رستے کے کسی قریب مقام کا نام لے دیا جائے۔ یا روٹھے ہوئے میاں بیوی میں صلح کرانے کیلئے مناسب الفاظ ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیئے جائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھوں کو شفا دے۔ میں بیمار ہوں اس وقت زیادہ نہیں لکھ سکتا۔"

(مکتوب ۱۱۰۳ مؤرخہ ۱۲/۶/۶۱)

(۲۳)

مکرم سردار امیر محمد خان صاحب قیصرانی آف کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازیخان نے اپنے خط میں لکھا کہ ان کے ایک احمدی دوست نے ان کے متعلق ایک منذر خواب دیکھا ہے جس کے متعلق دعا فرمائی جائے۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے

تحریر فرمایا کہ:۔

"اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر بدلنے پر قادر ہے۔ آپ کچھ صدقہ دیدیں۔"

(مکتوب ۱۵۱؍۱ مورخہ ۱ ۱۱/۶۱)

(۲۴)

مکرم شیخ عبدالحفیظ صاحب (مدراس والے) کراچی نے اپنے خط میں دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ میری روحانی و جسمانی کمزوریوں کو دور کر دے اور خدمتِ دین کے لئے لاکھوں روپے امامِ جماعت کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق دے۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"نیت پاک رکھیں اور عزم پختہ۔ انشاء اللہ آپ کا مقصد آپ کو حاصل ہو جائے گا۔" (مکتوب ۱۶۷؍۱ ۸ ۱۱/۶۱)

(۲۵)

مکرم نواب محمد عبداللہ خان صاحب داماد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو ہوئی جس پر جماعت کے دوستوں کی طرف سے تعزیتی خطوط آنے پر حضرت میاں صاحبؓ نے دفتر کو مندرجہ ذیل جواب اِملا کرا دیا جو سب کو بھجوایا گیا:۔

"مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط محررہ ...... موصول ہوا۔

آپ نے اخویم مکرم میاں عبداللہ خان صاحب کی وفات پر جو اظہارِ ہمدردی فرمایا ہے اُس کا شکریہ قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسناتِ دارین سے نوازے۔ مومن کا مقام صبر کا ہے کیونکہ ؎

بُلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر

ہماری ہمشیرہ کے لئے اور بھانجوں بھانجیوں کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو اور نیکی کے رستہ پر قائم رکھے۔

والسلام
(دستخط) مرزا بشیر احمد"

(۲۶)

نواب عبداللہ خان صاحبؓ کی وفات پر سٹاف اور طلباء فضل عمر ہوسٹل ربوہ کی طرف سے تعزیت کا خط آنے پر حضرت میاں صاحبؓ نے انہیں مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:۔

"خدا کرے آپ لوگ مرحوم جیسی نیکی اپنے اندر پیدا کریں۔ وہ ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت نیک متقی اور پابندِ نماز اور تہجد گزار اور دعاؤں میں شغف رکھنے والے تھے اور سلسلہ کے ساتھ انتہائی اخلاص رکھتے تھے۔"

(اقتباس از مکتوب ۱۴۸؍۱ ۳ ۱۰/۶۱)

(۲۷)

مکرم محمد آفندی صاحب (انڈونیشیا) نے اپنے خط مورخہ ۲۴ ۱۰/۶۱ میں تحریر کیا کہ انہیں ہائی بلڈ پریشر

ذیابیطس اور دل کی دھڑکن کی تکلیف رہتی ہے ان
کے لئے دعا کی جائے۔

جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے
تحریر فرمایا کہ:-

"اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفاء دے
آپ بلڈ پریشر اور ذیابیطس کی طرف زیادہ
توجہ دیں۔ انشاء اللہ اس کے نتیجہ میں دل کی
دھڑکن کو بھی آرام محسوس ہوگا۔ کھانے کا
پرہیز رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور
صحت اور برکت کی زندگی نصیب کرے۔"
(مکتوب ۶۳/۷/۴ مورخہ ۱۱/۱۱/۶۱)

(۲۸)

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب
رضی اللہ عنہ کی وفات مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کو ہوئی
جس پر جماعت کے دوستوں کی طرف سے تعزیتی خطوط
آنے پر حضرت میاں صاحبؓ نے انہیں مندرجہ ذیل
خط سائیکلوسٹائل مشین پر طبع کروا کر بھجوایا:-

"مکرمی و محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
عزیزم میاں شریف احمد صاحب کی
وفات پر آپ کی طرف سے ہمدردی کا خط
موصول ہوا۔ میاں شریف احمد صاحب کی
وفات ایک بڑا جماعتی اور خاندانی صدمہ
ہے اور میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے
اس صدمہ میں ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ ایسے
موقعہ پر عزیزوں اور دوستوں کی ہمدردی اور
دعا بڑے سہارے کا موجب ہوتی ہے۔ عزیز
مرحوم ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے
اور گزشتہ سال انہیں دل کی بیماری کا حملہ
بھی ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے الہام کے
مطابق ان کو عمر دیتا رہا مگر آخر مقدر وقت
آگیا اور ہم سے جُدا ہو گئے" ہمارے دل
کو حزیں بنا کر" آپ ہم سب کے لئے عموماً
اور میاں شریف احمد صاحب کی بیوی اور
بچوں کے لئے خصوصاً دعا فرماتے رہیں۔ کہ
اللہ تعالیٰ صبر کے مقام پر قائم رکھے اور دین
و دنیا میں ان کا حافظ و ناصر ہو اور اپنی رضا
کے ماتحت خدمتِ دین کی توفیق دے۔ یہ دنیا
تو بہرحال عارضی ہے۔ انسان کی حقیقی خوشی
اسی میں ہے کہ خدا اُس سے راضی ہے اور اُس
کا انجام بخیر ہو۔ کیونکہ ؎

بُلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

والسلام
(دستخط) مرزا بشیر احمد"

(۲۹)

مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم مبلغ سالٹ پانڈ
(افریقہ) نے اپنے خط مورخہ ۲۴ ۴/۶۲ میں یکم جنوری ۱۹۶۲ء
تا مارچ ۱۹۶۲ء جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے
۱۲۸ اصحاب کے متعلق رپورٹ بھجوائی۔ جس کے جواب

کہ :-

"آپ کا خط محررہ ۲۴/۴/۶۲ موصول ہوا۔ نو احمدیوں کی ۱۲۸ تعداد بہرحال قابلِ شکریہ اور قابلِ تعریف ہے مگر ہم تو یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ دیکھنا چاہتے ہیں آپ قول اور عمل اور دعا کے ذریعہ خدا کی نصرتوں کو زیادہ سے زیادہ کھینچیں اور اس کے رستہ میں والہانہ جد و جہد کریں انشاء اللہ نیت اور محنت کا پھل ضرور ملے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔" (مکتوب ۵۱۹۶ مورخہ ۳۰/۴/۶۲)

(۳۰)

مکرم مولوی محمد منور صاحب مبلغ و امیر جماعتہائے احمدیہ ٹانگانیکا (مشرقی افریقہ) نے اپنے خط مورخہ ۲/۵/۶۲ میں یکم جنوری ۱۹۶۲ء تا اپریل ۱۹۶۲ء جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے ۲۷۳ اصحاب کے متعلق رپورٹ بھجوائی جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ :-

"آپ کا خط موصول ہوا۔ بیعت کی رفتار واقعی تسلی بخش نہیں مگر موجودہ حالات میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ بہرحال جماعت کا قدم آگے کی طرف بڑھ رہا ہے اور صبر اور ہمت کے ساتھ کوشش جاری رکھنی چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں تبلیغ کرتے رہے مگر بہت کم کامیابی ہوئی لیکن پھر مدینہ میں پہنچنے کے بعد ترقی کے وسیع دروازے کھل گئے پس آپ کوشش جاری رکھیں اور صبر و صلوٰۃ کے اصول پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور ٹانگانیکا کے بعض ایسے علاقوں کی طرف توجہ دیں جہاں ابھی تک احمدیت کا پاؤں نہیں جما۔ مختلف زمینوں میں بھی حق کی قبولیت کے لئے علیحدہ علیحدہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اپنا نمونہ ایسا بنائیں کہ لوگ دیکھ کر آپ کی طرف کشش محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

(۳۱)

مکرم میاں نسیم حسین صاحب مرحوم سابق سفیر پاکستان مقیم بیروت لبنان نے اپنے خط مورخہ ۱۲/۵/۶۲ میں تحریر فرمایا کہ بندہ اُردن کے دورہ سے واپس آیا۔ حسبِ معمول بیت المقدس اور الخلیل پر بندہ نے حضرت صاحب حضور سلسلہ اور پاکستان اور اسلام کے لئے خاص طور پر دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشے۔ نیز عید کی تقریب پر ہدیۂ مبارکباد پیش کیا اور اپنے بچوں کی بہتری کے لئے دعا کی درخواست کی جس کے جواب میں حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ :-

"عزیزم محترم میاں نسیم حسین صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آپ کا خط محررہ ۱۲/۵/۶۲ آج موصول ہوا۔ الحمد للہ کہ آپ خیریت سے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کو دعاؤں میں شغف ہے۔ دعا وہ زنجیر ہے جس کے ذریعہ انسان کا دل اس کے خالق و مالک کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الدّعاء مخ العبادۃ یعنی دعا نماز اور عبادت کے لئے ایسی ہے جیسی کہ ہڈی کے لئے اُس کے اندر کا

گُداہوتا ہے جو اُس کی اصل جان ہے۔ قرآن مجید بھی فرماتا ہے قُلْ مَا یَعْبَأُ بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ یعنی اگر تمہاری طرف سے دعا نہ ہو تو خدا کو تمہاری کیا پرواہ ہے۔ یہ بھی آپ بہت اچھا کرتے ہیں کہ خاص مقدس مقامات میں زیادہ توجہ سے دعائیں کرتے ہیں۔ مقدس مقامات میں انسان کے دل میں زیادہ توجہ اور زیادہ سوز و گداز کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں آپ کیلئے اور آپ کی دعائیں ہمارے لئے قبول فرمائے اور سب کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھے۔

آپ کے بچوں کے کارخانہ کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کارخانہ کو خیر و برکت کے ساتھ تکمیل تک پہنچائے اور کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آپ بچوں کے دل میں بھی دین کی محبت اور احمدیت کے ساتھ لگاؤ پیدا کریں تاکہ اُن کے دلوں میں بھی دینداری کی شمع روشن ہو جائے جو اللہ کے فضل سے آپ دونوں میاں بیوی کے دلوں میں روشن ہے یہ آپ کی طرف سے اولاد کی سب سے بڑی خدمت ہوگی۔

عزیزم نصیر احمد خان صاحب (مبلغ اسلام) کو میرا سلام پہنچا دیں وہ ایک مخلص خادمِ دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت دے اور اولاد سے بھی نوازے۔ عزیز مظفر احمد کا تبادلہ عنقریب سیکرٹری شعبہ تجارت کے طور پر راولپنڈی میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔"

([illegible])

(۴۴)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے ملک کے بعض ذی اثر احباب بھی خط و کتابت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ذیل میں جسٹس ایم۔ آر کیانی صاحب چیف جج مغربی پاکستان لاہور اور میاں عبدالباری صاحب ممبر قومی اسمبلی کی طرف سے خطوط آنے پر آپ نے جو جواب بھجوائے درج کئے جاتے ہیں

" مکرمی و محترمی کیانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب گرامی محررہ ۱۴ جون ۱۹۶۲ء مجھے آج ۲۰ جون کو موصول ہوا۔ تاخیر کی وجہ آپ نے خود تحریر فرما دی ہے کہ آپ اس عرصہ میں بیمار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے اور آپ کو ملک و ملت کی بیش از بیش خدمت کی توفیق دے۔ کسی امر میں رائے کا اختلاف جداگانہ بات ہے مگر میرے دل میں آپ کی بڑی قدر ہے۔

باقی رہا اولی الامر کا سوال سو یہ ایک قرآنی آیت ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ مسلمانوں کو خدا اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اسی آیت کا میرے مضمون میں حوالہ دیا گیا ہے اس پر آپ نے جو سوال اٹھایا ہے کہ اگر کسی اولی الامر کا حکم صریح طور پر غلط اور ظالمانہ ہو تو اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ سو اس بارہ میں بھی ہماری کامل شریعت خدا کے فضل سے خاموش نہیں۔ اس جگہ مختصر طور پر صرف دو حدیثیں آپ کے غور کے لئے

لکھتا ہوں۔

حدیث اوّل:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره ما لم يؤمر بمعصية فاذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة۔ یعنی "ہر مسلمان پر امیر کا حکم ماننا فرض ہے خواہ وہ حکم اُسے پسند ہو یا ناپسند ہو لیکن اگر اُسے کوئی ایسا حکم دیا جائے جس میں خدا کے صریح قانون کی نافرمانی لازم آتی ہو تو ایسے حکم کا ماننا اُس پر فرض نہیں۔

دوسری حدیث:۔ بایعنا رسول الله صلعم على السمع والطاعة في منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا واثرة علينا وعلى الا ننازع الامر اهله الا ان تروا كفراً بواحاً عندكم من الله فيه برهان۔

یعنی ایک مشہور صحابی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بیعت کے وقت یہ اقرار لیا کرتے تھے کہ ہم ہر حال میں امیر کی اطاعت کریں گے خواہ اس کا حکم ہمیں پسند ہو یا ناپسند ہو۔ اور خواہ اس حکم کے نتیجہ میں ہمیں تنگی پیدا ہو یا فراخی پیدا ہو۔ اور خواہ ہمارے حقوق ہمیں ملیں یا ہم سے چھینے جائیں۔ اور یہ کہ ہم کسی حالت میں بھی امیر کے ساتھ امارت کے معاملہ میں تنازع نہیں کریں گے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ ہاں اگر تم اپنے امیر کے رویہ میں کوئی ایسا حکم پاؤ جس میں خدا کے کسی صریح حکم کی اصولی نافرمانی ہو اور نہ اس کے متعلق تمہارے پاس خدا کی طرف سے کوئی روشن اور قطعی دلیل موجود ہو تو پھر اور بات ہے۔

فی الحال صرف یہ دو حوالے نقل کر کے بھجواتا ہوں جو آپ جیسے ذہین اور زیرک اور معاملہ فہم بزرگ کے لئے کافی ہونے چاہئیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام انتہا درجہ تنظیم و ضبط کا مذہب ہے اسلئے اس میں سوائے بالکل انتہائی حالات کے ملک کے اندرونی امن کو برقرار رکھنے اور مقدم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

میں بھی آجکل ہیٹ سٹروک کی وجہ سے علیل ہوں اسلئے امید ہے آپ فی الحال اسی قدر جواب کو کافی خیال فرمائیں گے۔

۲۰-۶/۶۱ مرزا بشیر احمد"

(۳۴)

"مکرم محترم میاں عبدالباری صاحب ممبر قومی اسمبلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ہر دو خطوط موصول ہو کر باعث شکریہ و مسرت ہوئے۔ جزاکم اللہ خیراً۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ملک و ملت کی بہترین خدمت کی توفیق دے اور روح القدس سے آپ کی نصرت فرمائے۔ اس وقت ملک کو بڑے مخلص اور دلیر اور دیانتدار اور انصاف پسند اور سمجھدار قومی خادموں کی ضرورت ہے۔ آپ خاص کوشش

حضرت قمر الانبیاءؓ کی تبلیغی تڑپ اور بے پایاں شفقت

(از قلم جناب مولوی محمد منور صاحب فاضل انچارج مبلغ ٹانگانیکا)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مرحوم و مغفور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم الشان علمی اور قلمی خدمات کی وجہ سے مجھے طالب علمی کے زمانہ سے ہی ان سے بڑی محبت تھی۔ ان کی پاکیزہ، مدلل اور پُر جوش تحریرات عقل کو جلاء اور ایمان کو استقامت بخشتی تھیں لیکن ان کے خداداد رُعب اور اپنے طبعی حجاب کی وجہ سے مَیں نے اُن سے کبھی بات کرنے کی جرأت نہ کی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں مجھے مشرقی افریقہ بھجوا دیا گیا۔ یہاں آکر بھی مَیں نے ان کی خدمت میں کبھی خط نہ لکھا۔ مجھے اپنی اس کوتاہی پر بڑی ندامت ہوتی ہے۔ صرف حضرت میاں صاحب ہی نہیں دوسرے بزرگ صحابہ سے بھی قادیان میں تحصیلِ علم کے دوران کبھی ذاتی تعارف حاصل نہ کر سکا۔ گو اُن کے درسوں اور تقاریر سے پوری طرح استفادہ کرنے کا موقع ملا تاہم اپنی طبعی کمزوری کے باعث انفرادی ملاقاتوں سے بہرہ ور نہ ہو سکا۔ بہت سے بزرگ ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے اور جو معدودے چند باقی ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو بابرکت لمبی عمریں عطا کرے) اُن سے بھی مرکز سے دُوری کے باعث فیضِ صحبت حاصل کرنے کا موقع نہیں رہا۔ اِس کا مجھے انتہائی قلق ہے۔

نومبر ۱۹۵۵ء میں جب خاکسار رخصت پر پاکستان گیا تو اتفاق سے مسجد مبارک ربوہ کے قریب ہی حضرت میاں صاحبؓ سے ملاقات ہو گئی اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ نیز عرض کیا کہ مَیں مشرقی افریقہ میں چار سال فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ یہ سُنتے ہی حضرت میاں صاحبؓ نے مجھے گلے لگا لیا اور بہت محبت فرمائی۔ اس معانقہ کا جو لطف مجھے اُس وقت آیا بیان سے باہر ہے۔ غالباً حضرت میاں صاحب مجھے ذاتی طور پر نہیں جانتے تھے، نہ ہی میرے آباء کی کوئی نمایاں دینی خدمات تھیں جن کی وجہ سے وہ مجھے پہچان سکتے اور نہ ہی حضرت میاں صاحبؓ کی یہ عادت تھی کہ یونہی سڑکوں پر لوگوں سے گلے ملتے پھریں۔ مجھے بھی اُن کے رعب کی وجہ سے معانقہ میں پہل کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن صرف یہ سُننے پر کہ مَیں نے چند سال افریقہ میں اشاعتِ دین کا کام کیا ہے آپ نے حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اِس رنگ میں للّٰہی محبت کا اظہار کیا کہ اب یہ محبت میرے لئے سرمایۂ حیات

بن گئی ہے۔ اشاعتِ دین کے لئے سعی کرنے والے تمام خدام سے ہمارے پیارے حضرت میاں صاحبؓ کو خاص محبت تھی اور اُن کے لئے وہ ہمیشہ دعائیں کیا کرتے تھے۔

اگست ۱۹۶۰ء میں جب خاکسار آٹھ سال کے بعد پھر ربوہ واپس گیا تو حضرت اقدس سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دست بوسی کے بعد حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں بھی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ ان کے خادم عزیز محمد شریف صاحب آف ڈیرہ دوال نے اندر اطلاع دی اور پیغام لائے کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اسلئے آج نہیں مل سکیں گے۔ میں واپس لوٹ گیا۔ ابھی چار ہی قدم اُٹھائے ہونگے کہ دوسرا خادم بھاگا بھاگا آیا اور کہا کہ حضرت میاں صاحب یاد فرماتے ہیں۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں رنگ زرد، چہرہ سے تکان اور بے چینی عیاں۔ اپنے پاس ہی بستر پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر فرمایا "رات ام مظفر کو چوٹ آجانے کی وجہ سے بے خوابی رہی ہے۔ ان کی بے چینی کی وجہ سے میں بھی نہ سو سکا۔ اب ضعف بھی ہے اور گھبراہٹ بھی۔ یہ الفاظ سُن کر مجھے سخت شرمندگی ہوئی کہ حضرت میاں صاحب کے لئے تکلیف کا باعث بنا لیکن اس حادثہ کا خاکسار کو مطلقاً علم نہ تھا۔ بعد میں "الفضل" سے معلوم ہوا کہ غسل خانہ میں پاؤں پھسل جانے کی وجہ سے ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ اللہ اللہ۔ میری دلشکنی کا آپ کو اس قدر احساس تھا کہ اپنی تکلیف بھول گئے۔ حالانکہ اگر اسوقت ملاقات نہ ہوتی تو مجھے آپ کے درِ دولت پر دس بار جانے میں بھی کوئی دِقت و زحمت نہیں تھی۔ پھر جب خاکسار نے نذرانہ پیش کیا تو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ آپ دین کے خادم ہیں۔ اسے اپنے پاس رکھیں۔ آخر خاکسار کے اصرار پر قبول فرمایا۔ پھر دیر تک نیروبی کے حالات دریافت فرماتے رہے۔

مئی ۱۹۶۱ء میں جب مرکز نے خاکسار کو ٹانگانیکا مشن کا انچارج مقرر کیا تو اپنی نااہلیت کو دیکھتے ہوئے سخت خوف آیا کہ کہیں ادائے فرض میں کوتاہی جماعت کے نقصان کا باعث نہ ہو۔ خود بھی بہت دعا کی اور حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھی دعا کی درخواست کا خط نیروبی سے لکھا۔ میرے دارالسلام پہنچتے ہی آپ کا پانچ جون کا خط موصول ہوا۔ فرمایا "آپ کا خط محررہ ۵/۱۲ ۱۳ موصول ہوا۔ تبادلہ مبارک ہو۔ مبلّغ سپاہی ہوتا ہے۔ جہاں کا حکم ہو وہاں شوق اور جذبہ کے ساتھ کام کرنا چاہیئے۔ اس میں برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اس زمانہ میں افریقہ میں صحیح رنگ کی تبلیغ بڑے ثواب کا موجب ہے۔"

اس خط میں دعا بھی ہے، نصیحت اور راہنمائی بھی اور حوصلہ افزائی بھی۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موصوف کو افریقہ میں اشاعتِ اسلام کی طرف خاص توجہ تھی۔ اور اس بر اعظم میں "صحیح رنگ کی تبلیغ" آپ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ اس کی تصدیق حضرت

میاں صاحبؓ کی دسمبر ۱۹۶۱ء کی جلسہ سالانہ کی تقریر سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے نہایت پرشوکت الفاظ میں فرمایا تھا کہ افریقہ کا دیو بیدار ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ یہ دیو اسلام میں اپنی آنکھیں کھولے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں افریقہ میں صحیح رنگ میں تبلیغ اسلام کی توفیق بخشے۔

---

۲ رمئی ۱۹۶۲ء کو خاکسار نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ یہاں ٹانگانیکا میں ایک ماہ میں مشکل سے ایک دو ہی نئے لوگ جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ رفتار بہت سست ہے اور دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ جلد جلد لوگوں کو کثیر تعداد میں حق شناخت کرنے کی توفیق بخشے۔ جواب میں آنمحترم نے ۶ رمئی کو لکھوایا "آپ کا خط موصول ہوا۔ بیعت کی رفتار واقعی تسلی بخش نہیں مگر موجودہ حالات میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے بہرحال جماعت کا قدم آگے کی طرف بڑھ رہا ہے اور صبر اور ہمت کے ساتھ کوشش جاری رکھنی چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں تبلیغ کرتے رہے مگر بہت کم کامیابی ہوئی لیکن پھر مدینہ میں پہنچنے کے بعد ترقی کے وسیع دروازے کھل گئے پس آپ کوشش جاری رکھیں اور [illegible] کے اصول پر [illegible] قائم رہیں اور ٹانگانیکا کے بعض ایسے علاقوں کی طرف توجہ دیں جہاں ابھی تک احمدیت کا پاؤں نہیں جما۔ مختلف زمینوں میں بھی حق کی قبولیت کے لئے علیحدہ علیحدہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اپنا نمونہ ایسا بنائیں کہ لوگ دیکھ کر آپ کی طرف کشش محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو"

یہ خط کسی حاشیہ و تشریح کا محتاج نہیں۔ صرف اتنا کافی ہوگا کہ سال رواں میں ہم نے دو نئے علاقوں کی طرف توجہ دی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمیں وہاں کامیابی ہوئی ہے اور مزید ترقی کی گنجائش ہے اشاعت اسلام کے اس کام میں ہمارے پیارے میاں صاحبؓ کا بھی بڑا حصہ ہے اور ان کی رہنمائی، دعاؤں اور نیک خواہشات کا انشاء اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم ملے گا۔ آپ خود ایک زبردست مبلغ اسلام اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور اس لحاظ سے بھی آپ کا کردار بہت بلند اور درخشندہ ہے۔

اس قسم کے سینکڑوں خطوط لوگ ان کی خدمت میں لکھتے ہوں گے لیکن کیا مجال کہ یونہی سرسری سا جواب دے کر بات ختم کر دیں۔ ہر بات کی تہ تک پہنچ کر اس کے بارہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصّل ہدایت اور بہترین مشورہ سے نوازتے جو لکھنے والے کے لئے دینی و دنیاوی بہتری و بہبودی کا ذریعہ بنتا۔ حضرت میاں صاحبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک ایک بات یاد آ کر دل پر کاری ضرب لگاتی ہے کہ کتنی عظیم الشان ہستی تھی جو ہم سے جدا ہوگئی۔ کیسا لوہر نایاب تھا جو ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب دنیا میں پھر کب مسیح محمدی نازل ہوں گے جن سے یہ پاک نسل ہمیں میسر آئے گی۔ کاش ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں۔ کاش ان کی دعائیں قیامت تک ہمارے شامل حال رہیں۔

---

۳ ر ستمبر ۱۹۶۳ء کو تہجد کی نماز میں حسب معمول خاکسار نے حضرت میاں صاحبؓ کے لئے بڑے الحاح سے دعا کی اور جماعت کی ترقی اور حفاظت کا واسطہ دیتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں ان کی شفایابی کے لئے دعا کی لیکن پونے سات بجے صبح جب پاکستان ریڈیو نے حضرت میاں صاحب کی وفات کی جگر پاش خبر سنائی تو معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحبؓ جماعت کو روتا اور بلبلاتا چھوڑ کر مولائے حقیقی کی گود میں پہنچ چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ دو گھنٹے کے بعد جناب محترم وکیل التبشیر صاحب کی طرف سے بھی بجری تار موصول ہوا اور اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ اس حادثہ عظیم کی اطلاع ساری افریقن اور ایشین جماعتوں کو بھجوائی۔ دارالسلام اور ٹبورا کی مساجد میں دو بار نماز جنازہ غائب پڑھائی گئی اور خطبات جمعہ میں حضرت میاں صاحبؓ کے سوانح بیان کئے گئے۔ یہاں دارالسلام میں عشاء کی نماز میں چالیس روز تک مسلسل حضرت میاں صاحبؓ کے درجات کی بلندی کے لئے باجماعت دعا کی جاتی رہی۔ گو اس حادثہ پر چار ماہ گزر چکے ہیں مگر صدمہ بالکل تازہ معلوم ہوتا ہے اور آپ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری جماعت کی طرف سے ہمارے بہت ہی پیارے میاں صاحب کو بہترین بدلہ سے نوازے اور ان کے درجات کو اپنے حضور ابدالآباد تک بلند کرتا چلا جائے اور ہمیں ان کے نیک نمونہ کو قائم رکھنے اور ان کی علمی خدمات کو مشعلِ راہ بنانے کی توفیق بخشے۔ آمین +

بچوں سے پیار کی ایک مثال

(عطاء المجیب راشد ایم۔ اے کلاس)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ہر شخص سے کچھ اس محبت سے ملاقات فرماتے کہ اس کا دل خوشی و مسرت سے لبریز ہو جاتا۔ مجھے خوب یاد ہے اور یہ نظارہ بارہا میری نظروں کے سامنے آتا ہے کہ جب دو ایک مرتبہ حضرت میاں صاحبؓ سے مسجد مبارک میں یا باہر سڑک پر ملاقات کا موقع ملا تو اس خیال سے کہ چونکہ زیادہ ملاقات کا موقع نہیں ملتا اسلئے ممکن ہے کہ آپ نے پہچانا نہ ہو میں نے عرض کیا کہ میرا نام عطاء المجیب ہے تو آپ بڑے پیار اور محبت سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ میں آپکو اچھی طرح جانتا ہوں۔ کتنی لذت اور مٹھاس ہوتی تھی اس مشفقانہ آواز میں! اس کا اندازہ سننے والے کان ہی کر سکتے ہیں۔

گزشتہ سے پیوستہ سال جب خاکسار نے بی۔ اے سال اوّل کا امتحان بفضلہ تعالیٰ نمایاں پوزیشن کے ساتھ پاس کیا تو حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں ایک عریضہ کے ذریعہ اس امر کی اطلاع دی نیز شیرینی بھیجی۔ حضرت میاں صاحبؓ خط ملتے ہی شفقت اور محبت سے اندرونی کمرہ سے باہر بیٹھک میں تشریف لائے اور خط کے حاشیہ پر اسی وقت اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا:۔

> "عزیزم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
>
> بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ آپ کی نمایاں کامیابی بہت مبارک کرے اور دین و دنیا میں ترقی دے اور آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اپنے والدین کو بھی میری مبارکباد پہنچا دیں۔ والسلام
>
> مرزا بشیر احمد ۲۹/۶/۶۲"

یہ واقعہ میرے دل پر نقش ہے اور حضرت میاں صاحبؓ کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین +

آہ پیارے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ

(از محترمہ عزیزہ امۃ الباسط ایاز صاحبہ - ٹانگا نیکا)

جس سوز و گداز کے ساتھ میں نے آج قلم اٹھایا ہے وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ حضرت میاں صاحب کی شفقت اور محبت سے تقریباً ہر احمدی بھائی اور بہن بہرہ ور ہوئے ہوں گے۔ میں بھی اُن میں سے ایک ہوں جنہیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ یہ ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اُن کی وفات سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے میاں کو جنت الفردوس میں نہایت اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین اور ہم کو اُن کی نصائح پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ ثم آمین۔

آج میں جس شفقت اور محبت کے سلوک کا اظہار کرنا چاہتی ہوں وہ [illegible] میاں صاحب مرحوم کی پیاری پیاری باتیں [illegible] خوش بیانیاں۔ میں چونکہ شادی کے فوراً بعد ہی افریقہ چلی آئی تھی اسلئے میرا تعارف میاں صاحبؓ سے خطوں کے ذریعہ ہی ہوا۔ شادی سے پہلے تو شرم و حجاب کی وجہ سے کبھی ملنے کا موقعہ نہ ملا تھا مگر جب شادی کی بات چیت ہونے لگی اور میرے رشتے میں سراسر میاں صاحب کی دعا اور تسلی تھی کہ میرے ابا جان مجھے اتنی دُور بھیجنے میں رضامند ہو گئے۔ کونسا باپ ہو گا کہ صرف دو دن کی مہلت میں یہ فیصلہ کر دے کہ بغیر جانے پہچانے اپنی نہایت ہی پیاری بیٹی کو اپنے سے ہزاروں میل دُور بھیجنے میں راضی ہوں میری امی جان بھی سخت گھبراہٹ میں تھیں مگر جس کام میں حضرت میاں صاحب مرحوم جیسی ہستی کا دخل ہو وہ ضرور بابرکت ہوتا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ میرے رشتے میں میرے والدین بھی انتہائی خوش اور مطمئن ہیں اور اکثر اظہار کرتے ہیں کہ یہ رشتہ حضرت میاں صاحبؓ کے بابرکت ہاتھوں کا کرایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اُس مہربان پر جس نے اپنا نہایت قیمتی وقت صرف کر کے ہم پر کرم کیا [illegible] آگاہ کیا [illegible] میاں صاحب کو بھول سکتی ہوں جنہوں نے میرے ہر کام کی تعریف کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی۔ میرے غم میں برابر کے شریک ہوئے۔ مجھے تسلی دی اور ایک روحانی باپ کا عملی نمونہ دکھایا۔ اے خدا تُو اُن کو جنت میں نہایت اعلیٰ مقام عطا فرما۔ آمین۔

اس مضمون میں میں صرف حضرت میاں صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر ہی نہ کروں گی بلکہ چند خطوط کا بھی ذکر کروں گی

جو کہ میاں صاحب نے مجھے ربوہ سے افریقہ لکھے اور مجھے ہر طرح تسلی اور حوصلہ دلاتے ہوئے میری ہمت کو بڑھا کر دین کی خدمت کی تلقین کی۔ مجھے امید ہے کہ یہ چند خطوط پڑھنے والوں کے لئے ضرور مفید ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

سب سے پہلا خط جو مَیں نے آپ کی خدمت میں لکھا وہ اُن دنوں کا ہے جب آپ لاہور میں بغرض علاج تشریف فرما تھے۔ آپ نے وہیں سے جو جواب ارسال کیا وہ لفظاً بلفظ نقل کرتی ہوں :-

"عزیزہ امۃ الباسط ایاز

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا خط مرقومہ 9 5/60 موصول ہوا۔ میری طبیعت کچھ عرصہ سے خراب چلی آ رہی ہے۔ اب چند دنوں کے لئے لاہور آیا ہوا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کام کرنے والی زندگی عطا کرے اور اپنے فضل و کرم سے صحت و تندرستی سے رکھے۔

آپ کے میاں کے ترقی پانے کی مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں دینی و دنیوی ترقیات سے نوازے اور آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے ساتھ ہو۔

آپ اپنے میاں اور والدین کی پوری خلوص سے خدمت اور اطاعت کریں اور مرکز کا بہترین نمونہ پیش کریں اور مرکزی تعلیم و تربیت سے دوسری احمدی بہنوں کو بھی مستفید کریں اور کوشش کریں کہ ہر احمدی گھر احمدیت کا اعلیٰ نمونہ ہو اور مجسم تبلیغ۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے اور نیکیوں کے عمل کرنے اور پھیلانے کی توفیق بخشے۔ والسلام

مرزا بشیر احمد 19 5/60"

کہنے کو تو یہ ایک خط ہی تھا مگر میرے لئے بڑی ہدایت کا موجب ثابت ہوا۔ اس کا ایک اثر تو یہ ہوا کہ ہم جس بھی ہمیشہ اکٹھے ایک ہی گھر میں رہے۔ انہوں نے ہمیں بیٹی سمجھا تو مَیں نے انہیں ماں جانا اور ہم بڑی ہی محبت اور پیار سے رہیں۔ مرکزی تعلیم جس حد تک بھی مَیں نے اپنی لجنہ میں پوری کوشش سے جاری کی اور بڑھانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد مَیں بڑی باقاعدگی سے حضرت میاں صاحبؓ کی طرف دعا کیلئے خط لکھتی رہی اور میاں صاحبؓ کی طرف سے بھی باوجود ناسازی طبع کے بہت جلد جواب مل جاتا جس سے میرا حوصلہ بڑھتا اور مَیں بھی اُسی دن جواب دے دیتی۔ خط تو میرے پاس کئی ہیں مگر مَیں صرف چیدہ چیدہ خطوں کا ذکر کرتی ہوں۔

دارالسلام میں چند روزہ قیام کے بعد ہی وہاں کی لجنہ نے مجھے سیکرٹری لجنہ کی ذمہ داری سونپ دی۔ مَیں نے حضرت میاں صاحبؓ کو بھی لکھا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کام کو کما حقہٗ کرنے کی توفیق دے۔ حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا: "لجنہ کا کام بڑا بابرکت ہے۔ آپ اس کی طرف مسلسل توجہ دیں انشاء اللہ جماعت کے لئے برکت کا موجب اور آپ کے لئے ثواب کا موجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور خدمت کی بیش از بیش توفیق دے۔"

حضرت میاں صاحبؓ کا یہ خط میرے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا ہے۔ ہمیشہ ان کے مبارک الفاظ کا پاس رکھا اور پوری تندہی سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ اس پاک ہستی کو اپنے قرب میں رکھے اور ہزاروں رحمتیں نازل کرے ان کی اولاد پر بھی۔

چونکہ میرے میاں اکثر سفر پر رہا کرتے تھے اور میں اکیلی گھبرایا کرتی تھی۔ بعض دفعہ تو تین تین مہینے گھر سے باہر گزر جاتے۔ چونکہ میں پہلی دفعہ اپنے والدین سے جدا ہوئی تھی اس لئے بھی اور پھر یہ جگہ، یہ ماحول، یہ لوگ سبھی میرے لئے اجنبی تھے میں اداس رہتی تھی میں نے حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں لکھا کہ دعا کریں اللہ تعالیٰ ایاز صاحب کو ایسا کام دے کہ یہ آئے دن کے سفر نہ ہوں۔ انسپکٹر سے بڑھ کر ہو کم نہ ہو کیونکہ انسپکٹروں کو تو دوروں پر ہی رہنا پڑتا ہے۔ حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا: "عزیزم مکرم ایاز صاحب کے متعلق دعا کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا دورہ مبارک کرے اور آپ کے لئے اور ان کے لئے دین و دنیا میں ترقی کا رستہ کھولے اور خدمتِ دین کی توفیق دیتا رہے۔ آپ کو چاہیئے کہ وہاں کی لجنہ میں خوب سرگرمی اور دلچسپی سے حصہ لیں اور عورتوں اور بچوں کی تربیت کی طرف خاص خیال رکھیں۔ الٰہی جماعتوں کی ترقی میں عورتوں اور بچوں کی تربیت کو خاص مقام حاصل ہے اور اس سے آپ کی زندگی میں بیش از بیش برکت حاصل ہوگی۔ آپ کے والد صاحب عنقریب چند دن کے لئے قادیان جانے والے ہیں۔ میری طرف سے ایاز صاحب خورد اور ایاز صاحب کلاں دونوں کو سلام پہنچا دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ کو خاوند اور خسر دونوں نیک اور مخلص ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

اس خط کے پڑھنے سے جو دل پر اثر ہوتا وہ میرے جذبات ہی جانتے ہیں۔ آج ہم ایک ایسے مشفق باپ، بہترین مشیر اور نہایت ہمدرد اور دعائیں کرنے والے روحانی باپ سے محروم ہو چکے ہیں مگر ان کے منہ اور قلم سے نکلے ہوئے الفاظ پیار بھری باتیں میرے دل پر نقش ہیں۔

ایک دفعہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ حضرت میاں صاحب سے یہ کہوں کہ آپ خود اپنے مبارک ہاتھ سے ایک سارا خط میرے نام تحریر فرمائیں۔ آخر میں نے یہ خط لکھ ہی دیا۔ اس کا جو جواب حضرت میاں صاحبؓ نے دیا وہ نقل کرتی ہوں:-

"آپ کا خط محررہ ۱۲ مئی سنہ ۶۱ء موصول ہوا۔ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں ترقی دے اور راحت اور برکت کی زندگی نصیب کرے۔ اپنے ہاتھ سے خط لکھنے کا مطالبہ بڑا سخت ہے کیونکہ آجکل مجھے کام بہت زیادہ ہے اور دوسری طرف اس قسم کے مطالبوں کی بھی کثرت ہے۔ جب آپ پاکستان آئیں گی اس وقت آپ کی کاپی پر چند حروف نصیحت کے لکھ دوں گا۔ اپنے میاں خسر صاحب کو میرا سلام پہنچا دیں۔"

اس کے بعد مجھے یہ انتظار اور امید رہی کہ پاکستان

جائیں ضرور حضرت میاں صاحب کی تحریر لوں گی بلکہ پاکستان میں میں نے ایک خاص نوٹ بک صرف اس لئے شروع کی کہ اس کا آغاز حضرت میاں صاحبؓ کی مبارک دعائیہ تحریر سے کروں گی مگر افسوس کہ جب میں وہ لے کر حضرت میاں صاحبؓ کی کوٹھی "البشریٰ" گئی تو معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے اور آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ اب تک یہ انتظار بھی رہا اور [illegible] کر کیونکہ ۲ دن پہلے چلی گئی۔ اور پھر دل پر یہ بوجھ رکھا تھا کہ اللہ کرے حضرت میاں صاحب کو جلد صحت ہو جائے تو میں فوراً ہی جا کر آپ سے یہ وعدہ پورا کروا ؤں گی مگر افسوس صد افسوس کہ ۲ ستمبر کی شام ہمارے لئے بڑا ہی سوگوار آئی اور یہ خبر آئی کہ ایک اور آسمانی ستارہ ٹوٹ گیا۔ اس وجہ سے میری یہ دیرینہ خواہش پوری نہ ہو سکی جس کا افسوس تا زیست رہے گا۔

پھر اسی طرح ایک دفعہ کچھ عرصہ ربوہ سے میرے اباجان اور بہن بھائیوں کے خط نہ آئے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ وہ لوگ ربوہ کی تبلیغی اجتماع انصار اللہ خدام الاحمدیہ اور لجنہ و ناصرات وغیرہ میں مصروف رہے۔ اور خیال کیا کہ اس کے بعد ہی تفصیلی خط لکھیں گے۔ پھر ہوتے ہوتے جلسہ سالانہ آگیا۔ میں سخت فکرمند تھی بلکہ اتنی گھبراہٹ میں ہو گئی کہ کھانا پینا بھول گیا۔ رات کو نیند نہ آیا کرے۔ سوچوں کہ خدا معلوم کیا وجہ ہے کہ ڈیڑھ مہینے سے کسی کا خط نہیں آیا۔ خیریت ہو۔ اباجان کی طبیعت ٹھیک ہو۔ اسی گھبراہٹ میں میں نے حضرت میاں صاحبؓ کو خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ اباجان کا خط نہ آنے کی وجہ سے میں سخت فکرمند ہوں۔ اس کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے تحریر فرمایا "آپ کا خط موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ کی ہمدردی اور دعاؤں کا شکریہ۔ آپ کے ربوہ والے اباجان خدا کے فضل سے اچھے ہیں فکر نہ کریں۔ اپنے افریقن لوگوں یا سیاہ اور رشتہ داروں کو میرا اسلام پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مقاصد میں کامیابی کا راستہ کھولے اور دین و دنیا میں ترقی دے۔ لجنہ کو خوب ترقی دیں۔ عورتوں کی ترقی سے ساری جماعت کی ترقی پر اثر پڑتا ہے۔"

یہ خط مجھے اباجان کے خط کے آنے سے پہلے ہی مل گیا جس سے مجھے بڑی تسلی ہو گئی۔ کس قدر شفقت اور محبت تھی میاں صاحب کو مجھ سے۔ آپ نے پڑھا ہو گا کس طرح ہر خط میں اباجان صاحبان کو سلام بھیجا ہے اور تقریباً ہر خط میں یہ تلقین فرمائی ہے کہ لجنہ کے کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔ کتنا فکر تھا انہیں جماعتی ترقی کا، جماعتی تنظیم کا، بچوں کی تربیت کا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے ایک کتاب تحریر فرمائی "اچھی مائیں" جو سب نے پڑھی ہوگی۔ اس میں آپ نے وہ تمام گر بتائے جن پر ہر احمدی ماں کو عمل کرنا چاہیئے اور بتایا کہ بچے کی تربیت شروع سے ہی کیونکر اسلامی رنگ میں کی جا سکتی ہے۔ یہ کتاب ایک قیمتی خزانہ ہے۔ احمدی مائیں اسے ضرور اور بار بار پڑھیں۔

اس کے بعد میں نے بچوں کی تربیت اور دینی تعلیم کے مدنظر دارالسلام سے ایک رسالہ جاری کیا جسے میں خود ہی اپنے ہاتھ سے لکھتی تھی اور میرے میاں اسے سائیکلو سٹائل کرتے اور پھر ہم سب مل کر اسے رسالہ

کی صورت میں بناتے اور پیک کر کے پوسٹ کرتے۔
اس رسالے کا نام "زجاجہ" رکھا گیا۔ اس کا پہلا شمارہ
مَیں نے حضرت میاں صاحب کو بھجوایا اور ساتھ ہی لکھا کہ
آپ آئندہ شمارے کے لئے ایک پیغام تحریر فرما دیں۔
آپ نے بصد شوق اس کو پڑھا اور تحریر فرمایا کہ "میری
طبیعت نواب عبداللہ خان صاحب کی وفات کی وجہ سے
بے چین اور نڈھال رہتی ہے اور پھر آجکل مَیں جلسہ سالانہ
کی تقریر کی تیاری کر رہا ہوں اس لئے مجھے پھر کبھی رسالہ
کے متعلق یاد کرائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں کامیابی دے
اور نافع الناس بنائے۔"

حضرت میاں صاحبؓ کی یہ تحریر میرے لئے بڑے
حوصلے اور برکت کا موجب ہوئی۔ مَیں نے بڑی کوشش
سے یہ رسالہ چلایا اور پھر ایک سال پورا ہونے پر اس کا
سالانہ نمبر بھی شائع کیا اور واقعی بقول حضرت میاں صاحبؓ
کے یہ رسالہ بڑا ہی نافع الناس ثابت ہوا ہے اور بڑی
باقاعدگی سے ابھی تک جاری ہے۔ گو اب اس کی ادارت
مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رفیق دارالسلام سے ہی کرتے
ہیں۔ اپنے ربوہ کے قیام کے دوران کئی مرتبہ حضرت
میاں صاحب سے ملنے گئی آپ کی مجلس میں ایک خاص
ہی رنگ پایا جاتا تھا۔ کتنی پُر نصیحت اور دلچسپ باتیں۔
سب کا حال فرداً فرداً پوچھنا۔ اور ہر دفعہ حضرت میاں
صاحبؓ نے مجھ سے فرمایا کہ باسط! اب تمہارا "زجاجہ"
کون شائع کرتا ہے اور یہ بھی اظہار فرمایا کہ "جو بات
پہلے تھی اب نہیں ہے" نہ معلوم ایسے کیوں ہے شاید
تم میں بھی بچپنہ زیادہ ہے اور تم بچوں کی طبیعت سمجھتی ہو۔
پہلے اس میں بچوں کی سی دل پسند باتیں ہوتی تھیں مگر اب
اس رسالے میں ذرا معیاری پن پایا جاتا ہے جو صرف
بڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ اور تقریباً ہر مرتبہ ہی اس
امر پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ تم دونوں میاں بیوی کو خدمت
دین کا شوق ہے۔

اس کے بعد بھی مَیں بڑی باقاعدگی سے خط لکھتی رہی
میری فرمائش پر "زجاجہ" کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا:-

"زجاجہ کا پرچہ ملا۔ جزاکم اللہ۔ ابھی
ابتداء ہے لیکن اس میں بچوں کے لئے
دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔
اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو بارلائے
اور آپ کے رسالہ کو بچوں کے لئے
مفید سے مفید تر بنائے۔"

اسی خط کے آخر پر حضرت میاں صاحب نے اپنے ہاتھ
سے یہ بھی تحریر فرمایا:-

"بڑے اور چھوٹے ایاز صاحب کو
سلام پہنچا دیں۔"

المختصر یہ کہ حضرت میاں صاحب ہمارے لئے بہت
بڑی ہستی تھے جنہوں نے ہماری ہر موقع پر حوصلہ افزائی
فرمائی۔ ہمیں نصیحت بھی فرمائی اور پیار سے بھی بلایا۔ ایاز صاحب
الگ خط لکھتے اور مَیں الگ لکھا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ہم دونوں
نے ایک ہی ایڈریس پر خط لکھا۔ اس کے جواب میں حضرت میاں
صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ کے میاں کا بھی ایک ہی
ایڈریس پر تحریر شدہ خط ملا جزاکم اللہ۔ انہوں نے عزیزم میاں
عبداللہ خان صاحب کی وفات پر جو اظہار ہمدردی فرمایا ہے

اس کا شکریہ قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حسنات دارین سے نوازے اور دین و دنیا میں ترقیات سے نوازے۔"

اسی طرح میری آپا ابھی مرحومہ (امۃ اللہ خورشید مدیرہ مصباح) کی وفات پر آپ نے جو اظہار ہمدردی فرمایا اللہ تعالیٰ ہی آپ کو اُن کے بارے میں اپنے قرب میں نہایت اعلیٰ مقام عطا کرے اور آپ کے عزیزوں پر صد ہا برکات نازل فرماتا رہے۔ مَیں تو بڑی گناہگار اور عاجز بندی ہوں اللہ میاں آپ کی دعائیں میرے حق میں قبول کرے اور مجھے ہمیشہ آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دیتا رہے اور دین کی خدمت کی بھی توفیق دیتا رہے۔ آمین۔ مَیں سمجھتی ہوں کہ اس جگہ آپ کا وہ پورا خط نقل کر دوں جو آپ نے مجھے اس موقعہ پر لکھا:-

"عزیزہ مکرمہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امۃ اللہ خورشید بیگم صاحبہ کی وفات واقعی بڑا صدمہ ہے خاندانی بھی اور جماعتی بھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت کرے اور جماعت کو اُن کا بدل عطا فرمائے۔ آپ افریقہ میں اُن کی جگہ لینے کی کوشش کریں یعنی مستورات کی تربیت اور تنظیم میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کے والد صاحب نے بڑے صبر کا نمونہ دکھایا ہے گو اُن کی صحت پر اثر معلوم ہوتا ہے۔ والسلام

مرزا بشیر احمد"

ربوہ کے قیام کے دوران مجھے دو مرتبہ آپ کی خدمت میں کافی پیش کرنے کا موقعہ ملا بلکہ مَیں گھر سے خود بنا کر تھرمس میں لے جاتی اور وہاں خود اپنے ہاتھ سے بنا کر پلاتی۔ دونوں مرتبہ آپ بڑے شوق سے حضرت اُمِّ مظفر صاحبہ کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اچھا آج کافی آئی ہے تو پھر پیالے رہنے دو کافی ہی پئیں گے۔ اور بڑے شوق سے پیتے اور یہ ضرور دریافت فرماتے کہ تم خود اس کو پیستی ہو یا کہ تیار ہی خریدی ہے۔ مَیں نے بتایا کہ نہیں میاں صاحب افریقہ میں یہ تیار ہی ڈبوں میں بند بکتی ہے۔ ویسے تازہ کافی بھی مل جاتی ہے مگر یہ وہ نہیں ہے۔ اس پر کہتے کہ تازہ خود تیار کی ہوئی کافی کا مزہ اور ہی ہوتا ہے۔

پھر ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ افریقہ میں کون کونسے پھل بکثرت ہوتے ہیں مَیں نے بتایا کہ کیلا۔ پپیتہ۔ ناریل۔ اناناس۔ آم وغیرہ بہت ہوتے ہیں۔ اس پر فرمانے لگے کہ وہاں کھجور نہیں ہوتی؟ مَیں نے بتایا کہ کھجور وہاں کی پیداوار نہیں ہے لیکن عرب سے آجاتی ہے اور پیکٹوں میں بند ملتی ہے۔ اس پر اپنی خادمہ کو فرمایا کہ لاؤ پھر انہیں خاص عرب کی کھجوریں کھلائیں۔ اس پر آپ نے خود الماری کھولی اور پلیٹ میں بہت ساری کھجوریں رکھ کر مجھے دیں مَیں ذرا جھجک گئی اس پر فرمانے لگے "کہ کھاؤ کھاؤ یہ بڑی لذیذ ہیں اور بتاؤ کہ ایسی ہی وہاں ملتی ہیں؟" مَیں نے کھا کر بتایا کہ نہیں میاں صاحب وہاں ایسی تو نہیں ہوتیں مگر کچھ ان سے ملتی جلتی ضرور ہوں گی۔ کہنے لگے یہ تو خاص عرب سے تحفہ آیا ہے۔

مَیں آپ کی شفقت کو کہاں کہاں اور کیسے یاد کروں اب ہم آپ کی مشفقانہ دعاؤں کے علاوہ مشفقانہ سلوک سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ [illegible]

"گریۂ بے اختیار"

بیادِ قمر الانبیاء حضرت میرزا بشیر احمد نور اللہ مرقدہٗ

(از حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری)

کھلا کریں جو کھلے ہیں چمن میں لالہ و گل　　ہوا کرے جو نسیم بہار باقی ہے
کیا کریں سرِ شمشاد قمریاں کو کو　　رہا کرے جو نوائے ہزار باقی ہے
کسے دماغ سنے کون ذکرِ بلبل و گل　　کہاں سکون دلِ داغدار باقی ہے
مری نگاہ میں تاریک ہو گیا عالم　　نظر سے چھپ گئی ہر شے غبار باقی ہے
نہ تابِ ضبطِ الم ہے نہ طاقتِ فریاد　　نہ سر میں ہوش نہ دل میں قرار باقی ہے
نہ میرے بس میں رہی میری چشمِ اشک فشاں　　نہ دل پہ آج مجھے اختیار باقی ہے
خدا کے دین قمر الانبیاء نے پائی وفات　　جہانِ عشق میں جن کا وقار باقی ہے
ہزار حیف کہ راہی ہوئے وہ سوئے عدم　　ہزار حیف کہ یہ اشکبار باقی ہے
جو کل تھے باعثِ تسکینِ غم کشاں نہ رہے　　یہ بے قرار یہ زار و نزار باقی ہے
وہ چل دیے جنھیں تھا درد خستہ حالوں کا　　یہ دل فگار یہ غم کا شکار باقی ہے
[illegible]　　[illegible] باقی ہے
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں وہ شہسوار کہاں　　غبار [illegible] لیکن راہوار باقی ہے
یہ کوہِ صدمہ و غم اور یہ ضعیف و نحیف　　قضا کو آتے ہیں کیا انتظار باقی ہے
یہ ابتلائے مقدر تو آ چکا لیکن　　نزولِ رحمتِ آمرزگار باقی ہے
یہ درد جس نے دیا ہے وہی دوا دے گا　　یہی یقین یہی انتظار باقی ہے

یہ فکر تھی کہ اٹھائیں پہ تھا بارِ قیامت دل　　اُسے اٹھائے گا کون اب جو بار باقی ہے
ندائے غیب یکایک یہ دل میں گونج اٹھی　　کہ وہ مسببِ ذوالاقتدار باقی ہے

اُسی کے ہاتھ کا یہ سلسلہ تھا اک پودہ — جو صورت شجرِ سایہ دار باقی ہے
اُسی نے اس کو بڑھایا وہی بڑھائے گا — اُسی کے لطف سے اس کی بہار باقی ہے
سمجھ رہی تھی جسے خلق ایک ذرۂ خاک — وہ مثلِ نیّرِ نصف النہار باقی ہے
اُسی کے فضل سے اس کو عطا ہوا ہے وقار — اُسی کے فضل سے اس کا وقار باقی ہے
اُسی نے اس کو نوازا وہی نوازے گا — کہ وہ جو چاہے کرے اختیار باقی ہے
خدا کے کام کا بندے پہ انحصار نہیں — کہاں یہ ہستیٔ ناپائیدار باقی ہے
بقا کسی کو نہیں ساری خلق ہے فانی — بس ایک خالق و پروردگار باقی ہے

ازل سے ہے یہی حال اس سرائے دنیا کا — کوئی گیا تو کوئی سوگوار باقی ہے
یہاں نہ کوئی رہا ہے نہ رہ سکے گا کوئی — غلط کہ زندگی مستعار باقی ہے
جو لوگ اگلے زمانوں میں تھے کہاں ہیں وہ آج — کوئی نبی نہ کوئی شہریار باقی ہے
اسی طرح روشِ روزگار تھی پہلے — اسی طرح روشِ روزگار باقی ہے
ہزار جائیں یہاں سے تو لاکھ آتے ہیں — نہ ان کی حد ہے نہ اُن کا شمار باقی ہے
اس آنے جانے میں کوئی بھی روک ٹوک نہیں — یہ دورِ مثلِ خزاں و بہار باقی ہے
یہ طرزِ آمد و رفت ابتدا سے آخر تک — بحکمِ حضرتِ پروردگار باقی ہے
جو اُس جہان سے آتے ہیں وہ تو جاتے ہیں — نہ اس میں شک، نہ کوئی اعتذار باقی ہے
جو اس جہان سے جاتے ہیں وہ نہیں آتے — عبث ہے اُن کا اگر انتظار باقی ہے
نہ آج تک کوئی آیا نہ کوئی آئے گا — نہ تھا کسی کو نہ یہ اختیار باقی ہے
سوائے صبر نہیں اور کوئی چارۂ کار — یہی علاجِ دلِ بے قرار باقی ہے
یہ جانتا ہوں مگر مطمئن نہیں دلِ زار — یہ جانتا ہوں مگر اضطرار باقی ہے
کسی طرح نہیں جاتی خلش نہیں جاتی — وہی تڑپ ہے وہی انتشار باقی ہے
جب اُن کا ذکر ہوا سیلِ اشک اُمڈ آیا — یہ سلسلہ ہے کہ لیل و نہار باقی ہے
میں روکتا تو ہوں رُکتے نہیں مگر آنسو — رُکیں بھی کیا کہ دلِ بے قرار باقی ہے
شکیب و ضبط و تحمل سب اُن کے ساتھ گئے — یہاں تو گریۂ بے اختیار باقی ہے

(تمام مگر ناتمام)

یادِ رفتگاں

(از حضرت اکمل مدظلہ العالی)

تیرہ مارچ جمعے کا دن چودہ سنِ عیسوی — یاد ہے اب تک اگرچہ گزری ہے آدھی صدی
پھر وہی مارچ کی تیرہ جمعہ ہے چونسٹھ ہی سن — انقلاباتِ زماں پر غور کر اے احمدی

حضرتِ مرزا شریف احمد تھے طبعاً "بادشاہ" — باوجودِ ضعفِ اعصابی بنفسِ راضیہ
صاحبِ رائے رزینہ۔ قاضیٔ احقاقِ حق — وہ "معمّر" تو ہوئے پر "دولتِ مستعجلہ"

حضرتِ مرزا بشیر احمد کہ جن میں تھی جھلک — مصلحِ موعود کی رد آگہ باخبارِ فلک
انبیاء کے تھے قمر، احمد کے رخشندہ گہر — چاندنی پھیلائی دیں کی سیرتِ فیضِ صورتِ مَلک

خوبیاں اُن کی بیاں ہوں گنگ ہے اپنی زباں — کارنامے اُن کے ہیں مشہود و مشہورِ جہاں
یاد کر کر کے اُنہیں رویا کریں گے روز و شب — آہ پیاری پیاری ایسی ہستیاں اکمل کہاں

قادیاں سے ربوہ آئے تین کو کر دے گا چار — تاکہ سب مہجور پائیں مطمئن ہو کر قرار
اُٹھتی ہیں سوئے فلک اپنی نگاہیں بار بار — یا الٰہی تیرے فضلوں کے ہیں ہم امیدوار

ہے دعا [illegible] ذو العطاء [illegible] ہم کو عطا — [illegible] اپنی [illegible] اللہ [illegible]
حل ہوں عقدے سبھی بچھڑے ہوؤں کو پھر ملا — اسکے ساماں غیب سے تو ہی بنا تو ہی بتا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی یادیں

(جناب مولوی محمد شفیع صاحب اشرف مربی)

حضرت میاں صاحبؓ کی نماز جنازہ کے اگلے دن ربوہ سے مری واپس آتے ہوئے غم اور درد کی ایک خاص کیفیت میں چند آہیں اشعار کی صورت میں ڈھل گئی تھیں۔ فنی معائب و محاسن سے قطع نظر انہیں اصلی شکل ہی میں رہنے دیا ہے۔ ع "نالہ پابندِ نَے نہیں ہے" (محمد شفیع اشرف)

---

(۱)

اب "دلِ غمگین" کو بہلائے گا کون — اب نگاہِ لطف فرمائے گا کون
اب "دلِ پُرسوز" کی کیفیتیں — کون سمجھے اور سمجھائے گا کون
اب "دلِ درد آشنا" کے واسطے — راحت و تسکین پہنچائے گا کون

(۲)

اے دلِ بے نُور اب تیرے لئے — "ماہتابی روشنی" لائے گا کون
اے دلِ مجروح و محرومِ وصال — پرسشِ احوال فرمائے گا کون
اے دلِ مرہونِ احسانِ وفا — شفقتوں کا مینہ برسائے گا کون

(۳)

کیا کہوں کس سے کہوں کیوں کر کہوں
شدّتِ احساس سے غم ہے فزوں

حضرتِ مرزا شریف احمدؓ کے بعد — حضرت مرزا بشیر احمدؓ گئے
میرے مولا! ان مری آہوں کو سُن — اب مرے آقا کو صحت بخش دے
ورنہ خود بتلا کہ ہم جائیں کہاں
چینِ دل آرامِ جاں پائیں کہاں

گلہائے عقیدت

(از جناب مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی (بھارت)

وہ گل جس کے دم سے تھا حسنِ چمن ۔۔۔ وہ ساقی جو تھا رونقِ انجمن
وہ باقت کا وہ نیّرِ نیم روز ۔۔۔ وہ نورِ چراغِ ہدایت فروز
وہ شمس و قمر کا رفیقِ قدیم ۔۔۔ وہ صدقِ خلیل و وقارِ کلیم
علوم و معارف کا روشن گہر ۔۔۔ وہ نخلِ نبوّت کا شیریں ثمر
سدا حق کے گیت گاتا تھا جو ۔۔۔ خدائی بشارت سناتا تھا جو

وہ ظلِ ہما تا ہمیشہ رہا
جسے چاند نبیوں کا حق نے کہا

وہ صاحب قلم اور وہ نکتہ نواز ۔۔۔ وہ روشن ضمیر اور وہ دانائے راز
وہ رشکِ فلک جس کا تھا آستاں ۔۔۔ فرشتے جہاں تھے گردن جھکاں
جو خلقِ مجسّم تھا کردار میں ۔۔۔ اُٹھاتے تھے اثرات گفتار میں
وہ تھا جس کی باتوں میں راز و نیاز ۔۔۔ بتاتا تھا جو زندگانی کا راز
اطاعت پہ ایمان رکھتا تھا جو ۔۔۔ مقامِ خلافت سمجھتا تھا جو

تھا راہِ وفا میں جو ثابت قدم
جسے چاند نبیوں کا کہتے تھے ہم

مگر اب کہاں ہے کسے یہ بات ۔۔۔ کہ توڑا قضا نے وہ جامِ حیات
کہوں کس طرح اُس جدائی کا حال ۔۔۔ کہ جس کا ابھی تھا نہ خواب و خیال
ہوا آج دنیا سے روپوش وہ ۔۔۔ ہے اب زیرِ مرقد میں خاموش وہ
قضا نے چلایا وہ تیرِ ستم ۔۔۔ ہے قلب و نظر آج وقفِ الم

چمن جل گیا میکدہ لٹ گیا
وہ ساقی بھری بزم سے اُٹھ گیا

ہے دل تیری فرقت میں نوحہ کناں ۔۔۔ اے نورِ نگاہِ مسیحِ زماں
تو اب بزمِ دنیا سے مستور ہے ۔۔۔ یہ آنکھ اشک ریزی پہ مجبور ہے

گیا پھول کے رُخ سے رنگِ بہار — فضا سے چمن ہو گئی سوگوار
ہوا تو جو افسوس آنکھوں سے دور — مئے زندگی سے گیا وہ سرور

ترے بن کلی دل کی کھلتی نہیں
فسردہ طبیعت سنبھلتی نہیں

تری یاد دل میں رہے گی نہاں — ترا غم ہے میرے لئے حرزِ جاں
رہے گا محبت کا باقی اثر — لگا ہے جو دل پر خدنگِ نظر
[illegible] — [illegible]

بتا تو ہی اب پھر کہ پائیں کہاں
ترے در سے عشاق جائیں کہاں

مبارک ہوں تجھ کو اے نیکو سرشت — وہ حورانِ جنت وہ باغِ بہشت
مبارک ہو فردوس کی زندگی — مبارک ہو یہ خلعتِ بندگی

خدا خوش ہے، خوش احمدِ پاک ہے
ترا میزباں شاہِ لولاک ہے

مگر اے شہِ دیں اے عالی وقار — اے تسکینِ خاطر اے وجہِ قرار
یہاں حالِ مشتاق کچھ اور ہے — شبِ غم ہے بدلا ہوا طور ہے
ہوا بے مزہ زندگی کا مذاق — کہوں تجھ سے کیا وارداتِ فراق

ہے محفل میں پھیلی ہوئی بے کلی
گلستاں پہ چھائی ہے کچھ بے دلی

خدارا تو پھر ان کو ہشیار کر — صبوحِ محبت میں سرشار کر
اٹھا ساقیا جام گردش میں لا — خدارا مئے زندگانی پلا
تہی جام و مینا سے محفل نہ ہو — تری یاد سے رند غافل نہ ہو
پلائے جا میکش کو بھر بھر کے جام — کہ ہے دورِ ساغر ابھی ناتمام
رہیں جس سے آباد یہ میکدے — خدا میکشوں کو وہ توفیق دے

رہیں تیرے عشاق فرخندہ کام
سدا تجھ پہ بھیجیں درود و سلام

اُردو کا عظیم نثر نگار

(از جناب قریشی عبدالرشید صاحب بی۔اے۔ ایل ایل۔بی۔)

(۱)

گیسوئے اُردو کے سنوارنے میں صوفیائے کرام اور مذہبی رہنماؤں کا بہت بڑا دخل ہے۔ اِس میدان میں جماعت احمدیہ کے ادباء اور صاحبِ طرز انشاء پردازوں نے کچھ کم خدمات سرانجام نہیں دیں۔ سرِ فہرست تو خود بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اسمِ گرامی ہے جنہوں نے ۸۰ کے لگ بھگ کتب اُردو میں تصنیف فرمائیں اور اس زبان کو ایک علمی زبان بنانے اور دقیق سے دقیق مذہبی خیالات آسان، سادہ اور سلیس رنگ میں ادا کرنے کے قابل بنا دیا۔ بالواسطہ عظیم الشان کام سرانجام دیا۔ حضور علیہ السلام کی یہ خدمت ادبی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کئے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ آپ کی وفات پر گہوارۂ اُردو یعنی دہلی کے مشہور اخبار "کرزن گزٹ" کے ایڈیٹر میرزا حیرت دہلوی نے لکھا:-

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ پر اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرے کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی ...... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔"

(۲)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے علاوہ بھی جماعت نے ایسے صاحبِ طرز اہلِ قلم پیدا کئے جنہوں نے اِس میدان میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ان چوٹی کے چند ناموں میں سیدنا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا وجود مبارک بھی ہے جنہوں نے اپنے پیچھے اُردو نثر میں ایک وسیع زندہ جاوید لٹریچر کا سرمایہ چھوڑا۔ آپ کے قلم سے "سیرت خاتم النبیّین" ایسی شاہکار تاریخی اور دیگر متعدد قابلِ قدر کتب کا اضافہ اُردو زبان میں ہوا۔

سیدی حضرت میاں صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک منفرد اسلوب بیان عطا فرمایا۔ بلا شبہ آپ کی نثر کو ایک ایسے چمن سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے جس میں رنگا رنگ کے پھول کھلے ہوں سلیس اور رواں انداز بیان جس میں فصاحت و بلاغت قربان لفظوں کی خوبصورت تراش، پسندیدہ تراکیب، استعارات اور تشبیہات کا بالیقہ استعمال آپ کی نثر کے طُرّہ ہائے امتیاز قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

مقصد کے لحاظ سے نثر کی ایک نمایاں قسم Descriptive prose یعنی وصفیہ نثر ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ جس شے یا منظر کا ذکر ہو اس کی ضروری اور ٹھوس جزئیات بیان کی جائیں۔ ایک آرٹسٹ کے لئے کسی ظاہری منظر کو دیکھ کر اس کے خدوخال کھینچ دینا آسان ہے لیکن فرحت و انبساط یا ہم و غم کے موقع پر انسان کے اندر جو جذبات پیدا ہوتے ہیں اُن کی ہُوبہو تصویر کھینچنا بہت مشکل امر ہے اور صرف ایک قادر القلم ادیب ہی صحیح طور پر اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ حضرت میاں صاحب موصوف کو نثر کی اس صنف میں کس قدر فنکارانہ مہارت حاصل ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی وفات کا وقت ہے۔ جماعت پر گویا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اس نازک موقع پر افرادِ جماعت کے جذبات کی ترجمانی ان الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"اس خبر نے جماعت کو گویا غم سے دیوانہ کر دیا۔ اور دنیا ان کی نظر میں اندھیر ہو گئی اور ہر دل غم سے پھٹا جاتا تھا اور ہر آنکھ اپنے محبوب کی جدائی میں اشکبار تھی اور ہر سینہ سوزشِ ہجر سے جل رہا تھا۔"

احساسات کی دنیا کا تعلق تین ہی چیزوں سے ہے دل، آنکھ اور سینہ۔ آپ نے تینوں کی کیفیت کس عمدہ مگر مختصر پیرائے میں فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ بیان فرما دی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"لوگوں میں سے اکثر ایسے تھے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے تھے اور بعض تو اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں تھے کہ اُن کا پیارا امام، اُن کا محبوب آقا، اُن کی آنکھوں کا نور، اُن کے دل کا سرور، اُن کی زندگی کا سہارا، اُن کی ہستی کا چمکتا ہوا ستارہ اُن سے واقعی جدا ہو گیا ہے۔"

"پیارا امام"، "محبوب آقا"، "آنکھوں کا نور"، "دل کا سرور"، "زندگی کا سہارا"، "ہستی کا چمکتا ہوا ستارہ" یہ سب الفاظ آپ اس گہری محبت کے اظہار کے لئے جو اپنے امام سے جماعت کو تھی اور ہے کس موزونیت سے لاتے ہیں اور ان کے برمحل استعمال سے کس قدر روانی اور زورِ کلام میں پیدا ہو گیا ہے۔

پھر اسی نظارے کے دوسرے پہلو کو بیان کرتے

ہوئے فرماتے ہیں :-

[illegible]

کی خبر مخالفوں تک پہنچی تو..... ان
لوگوں نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر
خوشی کے گیت گائے اور مسرت کے
ناچ ناچے اور شادیانی کے نعرے
لگائے اور فرضی جنازے بنا بنا کر
نمائشی ماتم کے جلوس نکالے۔"

ان الفاظ سے اُس نظارے کی بالکل صحیح تصویر قاری کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے اور یہی ایک اچھے ادیب کا کمال ہے۔

پھر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ہماری غمزدہ آنکھوں نے ان
نظاروں کو دیکھا اور ہمارے زخم خوردہ
دل سینوں کے اندر خون ہو ہو کر رہ گئے
مگر ہم نے ان کے اس ظلم پر صبر سے کام
لیا..... ہم اپنی آنے والی نسلوں کو
بھی یہی کہتے ہیں ـــــ ہاں وہی نسلیں،
جن کے سروں پر بادشاہی کے تاج
رکھے جائیں گے ـــــ کہ جب خدا
تمہیں دنیا میں طاقت دے اور تم
اپنے دشمنوں کا سر کچلنے کا موقع پاؤ اور
تمہارے ہاتھ کو کوئی انسانی طاقت
روکنے والی نہ ہو تو تم اپنے گذرے
ہوئے دشمنوں کے ظلموں کو یاد کر کے
اپنے خونوں میں جوش نہ پیدا ہونے

[illegible]

کی لاج رکھنا تا لوگ یہ نہ کہیں کہ جب
یہ کمزور تھے تو دشمن کے سامنے دب کر
رہے اور جب طاقت پائی تو انتقام
کے ہاتھ کو لمبا کر دیا۔ بلکہ تم اس وقت
بھی صبر سے کام لینا اور اپنے انتقام
کو خدا پر چھوڑنا..... اے آسمان
گواہ رہ کہ ہم نے اپنی آنے والی
نسلوں کو خدا کے سچے مسیح کی رحمت
اور عفو کا پیغام پہنچا دیا ہے۔"

(۳)

مندرجہ بالا تحریریں تو ان جذبات کا عکس ہیں جو افرادِ جماعت اور خود تحریر کنندہ حضرت میاں صاحبؓ کے اندر پیدا ہوئے۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری خد و خال کے بیان کے وقت حضرت میاں صاحبؓ کی قوتِ بیان کو ملاحظہ فرمائیے۔ شخصیت نگاری ایک مستقل فن ہے۔ اس میں کسی شخص کے ظاہری خد و خال اور عادات و خصائل کا بیان اس انداز میں ہوتا ہے کہ اُس شخص کی جیتی جاگتی اور مکمل شخصیت اُبھر کر قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ حضرت میاں صاحبؓ کے قلم سے حضرت اقدس علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں سُنیئے :-

"آپ کا چہرہ کتابی تھا اور رنگ
سفیدی مائل تھا اور خد و خال نہایت
متناسب تھے۔ سر کے بال بہت ملائم

اور سپید تھے مگر بالوں کے آخری
حصہ میں کسی قدر خوبصورت خم پڑتا تھا۔
داڑھی گھنی اور تھی مگر رخسار بالوں سے پاک
تھے۔ قد درمیانہ تھا اور جسم خوب سڈول اور
متناسب تھا اور ہاتھ پاؤں بھرے بھرے اور
ہڈی فراخ اور مضبوط تھی۔"

ان الفاظ سے ہمارے ذہنوں میں حضرت اقدسؑ کی تصویر
ایسے رنگ میں ابھرتی ہے جیسے ہم خود حضور علیہ السلام کو
زندہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہوں۔

(۴)

تشبیہ کے ذکر کرنے کے کمال کی ایک مثال پیش
ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے
خطبات اور تقاریر کے بارے میں کیسی عمدہ تشبیہ ترکیب
دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"آپ میں تکلف بالکل نہیں۔ اس لئے
جہاں بعض اوقات آپ کی تقریر ایک ایسے
دریا سے مشابہت رکھتی ہے جو ایک کامل
سکون اور اطمینان کے ساتھ ایک کھلے
اور ہموار میدان میں سے گزرتا ہے وہاں
دوسرے اوقات میں وہ ایک ایسے مواج
دریا کا رنگ اختیار کر لیتی ہے جو پہاڑوں
کے پہلوؤں کے ساتھ ٹکراتا ہوا اور گرجتا
اور دندناتا ہوا آگے آتا ہے۔ مقدم الذکر
صورت جماعت کے اندر ٹھوس علمی گہرائی کا
رستہ صاف کرتی ہے اور مؤخر الذکر صورت
ان کے اندر جوش اور قوت عمل کا بے پناہ
جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔"

(۵)

حضرت میاں صاحب موصوف کو موقعہ اور وقت
کے مطابق اپنی تحریر میں ایسا زور پیدا کرنے پر بھی قدرت
حاصل ہے جس سے کلام میں ایک اعلیٰ درجہ کا اثر اور
تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
کی وفات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے
انتخاب کے موقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اے جانے والے! تجھے تیرا پاک
عہد خلافت مبارک ہو کہ تو نے اپنے
امام اور مطاع مسیح کی امانت کو خوب
نبھایا اور خلافت کی بنیاد کو ایسی
آہنی سلاخوں سے باندھ دیا کہ کوئی
طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی۔ جا
اور اپنے آقا کے ہاتھوں سے پیار کی داد
کا تحفہ لے اور رضوان یار کا ہار پہن کر
جنت میں ابدی بسیرا کر۔ اور اے
آنے والے! تجھے بھی مبارک ہو کہ تو
نے سیاہ بادلوں کی دل ہلا دینے والی
گرجوں میں مسندِ خلافت پر قدم
رکھا ہے۔ اور قدم رکھتے ہی رحمت
کی بارشیں برسا دیں۔ تو ہزاروں کانپتے
ہوئے دلوں میں سے ہو کر تخت امامت
کی طرف آیا اور پھر صرف ایک ہاتھ

کی بخشش سے ان تھراتے ہوئے سینوں کو سکینت
بخش دی ہے۔ اور ایک شکور جماعت کی ہزاروں
دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ ان کی سرداری کے
تاج کو قبول کر کے تو ہمارے پہلو سے اٹھا ہے مگر
بہت دُور سے آیا ہے۔ اور ایک قریب
رہنے والے کی محبت اور دُور سے آنیوالے
کے اکرام کا نظارہ دیکھ۔"

یہ اقتباس حضرت میاں صاحب رض کے پارہ ہائے
نثر میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ الفاظ کی
موزونیت، اندازِ بیان، زورِ کلام، تاثر، روانی،
سلاست، غرضیکہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔
حضرت میاں صاحب رض کی تحریر کی خوبیوں کا احاطہ
کرنا ایک مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں۔ یہ چند مثال
بطور نمونہ مشتے از خروارے کے طور پر پیش ہیں۔
بلا مبالغہ آپ آسمانِ ادب کے ایک درخشندہ
ستارے اور ایسے صاحبِ طرز و قادر القلم
نثر نگار تھے کہ اردو نثر تا قیامت آپ کی تخلیقات
کو فخر کے ساتھ یاد رکھے گی۔ خدا کرے کہ "سلطان القلم"
کی جماعت میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ایسے صاحبِ قلم ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں۔

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

قطعہ تاریخ وفات

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ

(جناب سید محمد شاہ صاحب سیفی کشمیر بھارت)

پور مہدی ہے سبطِ احمد ہے
نورِ دینِ متین و ارشد ہے

رونقِ دیں مجاہدِ اسلام
نصرتِ غیب سے مؤیّد ہے

نکتہ دان نکتہ سنج بحرِ علوم
ذاتِ والا نجیب و امجد ہے

عاشقِ حق کبھی نہیں مرتا
گرچہ خاموش ان کا مرقد ہے

ربوہ بیٹھا امانتیں لے کر
جن کا دار الاماں مولد ہے

قوم غمناک سخت سیفی کیوں
سانحہ ارتحال شاہد ہے

یوم مغفور باسرِ انّا
۱۳۸۳ھ
یعنی منگل کا دن مؤکّد ہے

کہا ہاتف نے سب با اقبال
+۱۳۴
یہ تو مرزا بشیر احمد ہے

۱۲۴۹ = ۱۳۸۳ھ

حضرت میاں صاحبؓ کس محبت سے خط لکھا کرتے تھے

ذیل میں سیّدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک خط بجنسہٖ درج کیا جاتا ہے جو آپ نے محترم جناب ملک عزیز احمد صاحب آف راولپنڈی کو ۲۹ ش/۶۲ کو لکھا تھا۔ اس خط میں بھی دوسرے خطوط کی طرح پاکیزہ جذبات اور محبت و قدردانی کے بلند اخلاق کا ایک نمونہ نظر آتا ہے۔ رضی اللہ عنہ —— (ایڈیٹر)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اخویم ملک عزیز احمد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ آپ کی دعاؤں کا شکریہ۔ جزاکم اللہ خیراً۔ امّ مظفر احمد کا اپریشن خدا کے فضل سے کامیاب رہا ہے اور یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ اب اس کے بعد کے اثرات چل رہے ہیں۔ گذشتہ دو دن بہت بے چینی رہی مگر آج نسبتاً سکون تھا۔ دعا کرتے رہیں میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو راحت اور برکت اور صحت کی زندگی نصیب کرے۔

آپ نے ڈاکٹر امیر الدین صاحب کے حالات لکھے ہیں وہ ایک قابل ڈاکٹر ہونے کے علاوہ واقعی بہت شریف اور نیک طبیعت کے ہیں۔ مجھے خاص طور پر اس بات نے بہت اثر کیا کہ آپ کی بیماری میں انہوں نے سجدہ کر کے خدا کے حضور دعا کی۔ یہی حقیقی نیکی ہے۔ کاش سب ڈاکٹر ایسے ہوں۔ ڈاکٹر امیر الدین صاحب بظاہر کچھ خشک نظر آتے ہیں مگر دل میں نیک اور رحم دل ہیں۔

آپ نے اپنے بچوں کی تعریف کی ہے۔ خدمت گذار بچے واقعی بڑی نعمت ہیں اور آپ کے بچے خدا کے فضل سے احمدیت میں بھی مخلص ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آپ کے والد صاحب مرحوم کے ساتھ میرے بہت اچھے تعلقات تھے اور حضرت امّاں جان انہیں بہت پسند کرتی تھیں اور جب کوئی عمارت بنانی ہوتی تھی تو فرماتی تھیں کہ ملک نور الدین صاحب سے بنواؤ۔

خاکسار مرزا بشیر احمد

الاہور　۲۹ ش/۶۲

حضرت میاں صاحبؓ کے متعلق میرے ذاتی مشاہدات

(بقیہ صفحہ ۳۲)

آدمی ہو۔ ایسی اعلیٰ درجہ کی شرافت سے پیش آتے تھے کہ اُسے اپنے چھوٹے ہونے کا احساس بالکل جاتا رہتا تھا اور وہ بھی اپنے آپ کو خاص آدمی سمجھنے لگتا تھا۔

قادیان میں مجھے ۱۹۴۲ء کے اوائل میں بکڈپو تالیف واشاعت اور اُس کے متعلقہ کاموں کا نگران مقرر کیا گیا۔ بکڈپو تالیف واشاعت کے مینیجر مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہزاروی مولوی فاضل تھے۔ ایک روز میں بکڈپو کی دکان کے کونے پر بازار کے رُخ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دفتر کا چپڑاسی آیا اور اس نے مجھے بکڈپو کا مینیجر سمجھ کر میرے ہاتھ میں ایک کاغذ دیدیا۔ میں نے پڑھا تو وہ دفتر کے افسرِ اعلیٰ کا رقعہ تھا اس میں لکھا تھا "عبدالرحمٰن! فلاں صاحب کو فلاں کتاب بذریعہ رجسٹری بھیج دو اور ہمیں رپورٹ کرو کہ حکم کی تعمیل ہو گئی ہے۔" (دستخط)
میں نے وہ رقعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو دیدیا اور انہوں نے پڑھ کر تار میں لگا دیا۔

ابھی میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ ایک رقعہ اور آیا اور وہ بھی لانے والے صاحب نے مینیجر سمجھ کر مجھے دیدیا۔ میں نے پڑھا تو لکھا تھا:۔

"مکرمی جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
مہربانی فرما کر فلاں کتاب فلاں صاحب
کو امراوتی میں بذریعہ رجسٹری ارسال
فرمادیں۔ کتاب کی قیمت اور محصولڈاک
کی رقم کسی وقت تشریف لا کر مجھ سے
لے لیں۔ جزاک اللہ۔ والسلام
خاکسار مرزا بشیر احمد"

میں نے رقعہ پڑھتے ہی گھبرا کر مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے کہا کہ "مولوی صاحب ذرا وہ پہلا رقعہ لانا" مولوی صاحب فرمانے لگے "کیوں کیا بات ہے؟" میں نے کہا "کچھ نہیں مگر ذرا وہ رقعہ تو لائیے"۔ مولوی صاحب تار میں سے نکال کر وہ رقعہ لے آئے۔ میں نے دونوں رقعوں کو بالمقابل رکھ کر مولوی صاحب سے کہا "دونوں رقعوں کو پڑھیئے اور دونوں رقعوں کے کاتبوں کے درجہ اور مرتبہ کا موازنہ کیجئے؟" مولوی صاحب ہنس کر فرمانے لگے "آپ نے تو آج دیکھا ہے۔ ہم تو روزمرہ ہی ایسے کرشمے دیکھتے رہتے ہیں"۔

(۵) معمولی آدمیوں کی بالکل معمولی خدمت کی بھی اُن کی حوصلہ افزائی کی خاطر اس قدر زیادہ تعریف و توصیف کرتے تھے کہ وہ تعریف مبالغہ کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ جب میں اپنی کوئی نئی کتاب اُن کی خدمت میں ہدیۃً بھیجتا تو اُس کی تعریف میں اتنا لمبا چوڑا قصیدہ لکھ کر بھیجتے تھے کہ میں پڑھ کر شرمندہ ہو جاتا تھا۔ حضرت میاں صاحبؓ کے ایسے سارے خطوط بطور تبرک میرے پاس محفوظ ہیں۔ افسوس! دنیا میں انسان تو بہت پیدا ہونگے مگر بشیر احمدؓ جیسا انسان کہاں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا سینکڑوں چکر لگائے گی تب بھی بشیر احمدؓ جیسا جامع حیثیات شخص پیدا نہیں کر سکے گی۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون ٭

حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقفین زندگی

(جناب پروفیسر صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے)

قمر الانبیاء یعنی نبیوں کا چاند کیا ہی پیارا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحی میں حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا۔ انبیاء کو سب سے زیادہ محبت و پیار اُنہی لوگوں سے ہوتا ہے جو سب سے بڑھ کر دین کے خادم ہوں۔ کیونکہ اس مقدس گروہ کی نظروں میں خدمتِ دین کا تعلق سب تعلقات پر مقدم ہوتا ہے۔ پس قمر الانبیاء کے خطاب میں یہ معنی بھی مضمر ہیں کہ حضرت میاں صاحب مرحوم و مغفورؓ انبیاء کے پیارے وجود ہیں کیونکہ آپ کے لئے خدمتِ دین میں ایک نمایاں مقام و مرتبہ حاصل کرنا مقدر تھا۔

حضرت میاں صاحبؓ کی حیاتِ مقدسہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اچھی طرح سے آشکار ہو جاتی ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور تمام خداداد استعدادیں خدمتِ دین کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ آپ نے اپنی تمام خداداد استعدادوں کو خدمتِ دین میں لگا دیا تھا۔ آپ کی خدماتِ دینیہ اپنے اندر بہت تنوع رکھتی ہیں۔ علمی طور پر بیسیوں کتب و رسالے جو بیش قیمت روحانی اور ادبی جواہر پاروں پر مشتمل ہیں، آپ کے قلم کے رہینِ منت ہیں۔ جماعت کی تعلیم و تربیت کے لئے اخبار میں چھوٹے چھوٹے مضامین کا سلسلہ بھی باقاعدہ جاری رہتا۔ نوجوان طبقہ جماعت کو انفرادی و مجموعی دونوں طریق سے خدمتِ دین اور خصوصاً قلمی خدمت پر اُبھارتے رہتے اور اپنی قیمتی ہدایات سے نوازتے رہتے تھے۔ ہر شخص کے حالات میں ذاتی دلچسپی لے کر ایسی شفقت و محبت کا مظاہرہ فرماتے کہ وہ غلام بے دام ہو جاتا۔ الغرض آپ نے اپنی تمام استعدادوں اور اپنے تمام اوقات کو دین اور ملک و ملت کی ہر قسم کی خدمات اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں لگا دیا تھا۔

آپ خاص طور پر نوجوانوں کے لئے خدمتِ دین اور وقفِ زندگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ باوجود جسمانی تکالیف اور بیماری کے جس للّٰہیت اور والہانہ رنگ میں آپ خدمت میں مصروف رہتے وہ آنے والی اور موجودہ نسلوں کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

تربیت کے معاملہ میں حضرت میاں صاحبؓ زیادہ ترجمالی اندازِ تربیت کے مظہر تھے۔ قمر الانبیاء کے خطاب میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ خاکسار کو اچھی طرح سے یاد ہے کہ ایک دفعہ تعلیم الاسلام کالج کے رسالہ

"المنار" میں بعض خامیوں اور لغزشوں کی بناء پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے متعلقہ پروفیسر صاحبان کو زبردست تنبیہہ کی جس کی بناء پر اُن پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ کیونکہ حضور کے خدام کے لئے حضور کی ناراضگی کا تصور ایک نہایت ہی تکلیف دہ اور المناک تصور ہے۔

اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے انہیں تسلّی دی کہ گھبراؤ نہیں، آئندہ کے لئے چوکس رہو۔ امامِ وقت کی تنبیہہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے مضمر ہوتے ہیں بشرطیکہ انسان اپنے آپ کو اس کی مرضی کے مطابق کما حقہٗ ڈھال لے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کا یہ بروقت تسلّی و تشفی ہمارے لئے ایک عجیب ڈھارس کا موجب ہوئی۔

اسی طرح قادیان کے زمانے میں ایک الیکشن کے موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک واقفِ زندگی نوجوان پر خطبہ جمعہ میں سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں بہت کوتاہی کی ہے۔ اس کے اگلے دن خاکسار حضرت میاں صاحبؓ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ بسبیل تذکرہ میں نے بھی اس دوست کے متعلق کچھ اس قسم کے فقرات کہے کہ اُن سے ازحد کوتاہی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت میاں صاحب نے جلالی رنگ میں فرمایا کہ امامِ وقت کا اپنی روحانی اولاد کو سرزنش کرنے کا حق ہوتا ہے باقیوں کو اپنے کام کی فکر چاہیئے اور دوسروں پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت میاں صاحبؓ کی طبیعت بہت باریک بین تھی۔ جو کام آپ کے سپرد ہوتا اس کی باریکیوں میں جاتے تھے اور کسی چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی کسی فروگذاشت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت میاں صاحبؓ خود ہر آن خدمتِ دین پر کمربستہ تھے اور اپنے خدام کو بھی گاہے گاہے دینی خدمات پر اُبھارتے رہتے تھے اور ہر قسم کے معاملات میں اپنی نصائح و ہدایات سے نوازتے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں بی۔ اے کے امتحان میں سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوا اور لائلپور جانے لگا تو میرے خط پر حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

> "امتحان میں سپرنٹنڈنٹی کے فرائض کے وقت نظم و ضبط کے ساتھ جائز شفقت کے پہلو کو بھی مدِّ نظر رکھیں۔"

حضرت میاں صاحبؓ اپنے اُن خدام پر خاص شفقت رکھتے تھے جن کے متعلق سمجھتے تھے کہ یہ دینی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اُن کے ہر معاملے میں دلچسپی لیتے تھے۔ مشکلات و ہموم میں انہیں تسلّی دیتے اور ڈھارس بندھاتے۔ چنانچہ آنمحترم کے ایک اسی قسم کے خط پر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ تحریر فرمایا کہ:۔

> "آپ کا خط موصول ہوا۔ میں تو آپ کے ہر خط کا جواب دیتا رہا ہوں مگر آپ کے کسی خط میں بھی میرے خط کی رسیدگی کا ذکر نہیں ہوتا۔ معلوم نہیں کہ آپ کو میرا جواب پہنچتا رہا ہے یا نہیں۔ بہرحال دعا کی ہے اور کرتا ہوں کہ ...... اللہ تعالیٰ

اپنے فضل سے آپ کی پریشانی
دُور فرمائے اور آخری مرحلہ تک
کامیابی کا رستہ کھولے۔ آپ
گھبرائیں نہیں اور اللہ تعالیٰ کے
فضل و رحمت کی طرف دھیان
رکھیں۔ البتہ ظاہری اسباب کے
ماتحت جو کوشش بھی ممکن ہو اس
کی طرف سے غافل نہ ہوں۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ رُوح القدس سے ہماری تائید فرمائے۔ تزکیۂ باطن کرے اور سچے تقویٰ کی راہ پر گامزن کرے اور خدماتِ دینیہ اور شفقت علی الخلق کے میدان میں ہمیں اِن جانے والے بزرگوں کا جانشین بنائے۔ یہ بزرگ تو نہایت ہی خوش اسلوبی سے اپنے کام کو پُورا کر کے چلے گئے خدا کرے کہ

ہمارے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

آمین۔ ثم آمین۔ برحمتك یا ارحم الراحمین ؛

؎ اپنے ایمان، اخلاق اور کردار سے نمایاں حصہ لیا اب بہت کم رہ گئی ہے۔ آئندہ پود کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ کیا وہ اپنے آپ کو اس روحانی ورثہ کا حقدار ثابت کر رہی ہے یا اس کا کمزور عنصر اسے نظر انداز کر کے دنیوی تدابیر، مشاغل اور سیاست کے پیچھے پڑ گیا ہے؛ خدا کرے کہ ہماری نسلیں روحانی زندگی کی وارث ہوں آمین ؛

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا عظیم الشان وصف

(جناب کیپٹن ڈاکٹر محمد رمضان صاحب پنشنر۔ ربوہ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی انتہائی ایمانی حالت اور قوتِ فکر کا صرف ایک واقعہ درج کرتا ہوں۔

جب مَیں تندرست تھا اور ربوہ کے نور ہسپتال میں کام کرتا تھا تو آنمحترم نے حضرت اُمّ مظفر احمد صاحبہ کے علاج کے سلسلہ میں مجھے ایک دن یاد فرمایا جب مَیں اجازت لیکر آپ کے دفتر میں داخل ہوا تو عجیب نظارہ دیکھا۔ حضرت میاں صاحبؓ نے آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں، غالباً سر اور پاؤں ننگے تھے اور آپ خطوط یا دفتری تحریریں پڑھنے اور اُن پر غور کرنے میں ایسے محو تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام جہان کا بوجھ آپ کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے اور آپ کا رُواں رُواں اِس عظیم الشان بوجھ سے کما حقہٗ عہدہ برآ ہونے کے لئے حرکت میں آیا ہُوا ہے دل، دماغ اور چہرہ وغیرہ ایک دوسرے سے ایسا تعاون کر رہے ہیں اور اس کا نمایاں اظہار آپ کے جسم کے ذرہ ذرہ سے اس شدت سے ہو رہا ہے جیسے آپ خدا تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ غالباً یہ نظارہ میری زندگی میں پہلا تھا یعنی اپنی پوری شان کے ساتھ۔ پھر آپ کا مقدس وجود اُس وقت ایمانی تاثرات سے اس طرح بھرپور تھا گویا ایک روحانی مقناطیس تھا جو ہر ایک پر اپنا اثر ڈال رہا تھا۔ مَیں کچھ دیر تک کھڑا محوِ نظارہ رہا کہ حضرت میاں صاحبؓ نے سر اُٹھایا اور مجھ سے گویا ہوئے۔

یہ نہایت ہی گرانمایہ جنس جس نے یقیناً موجودہ وقت میں اسلام و احمدیت کے لئے دنیا فتح کرنے میں

حضرت میرزا بشیر احمد صاحبؓ سے میری تعارفی ملاقات!

(محترم جناب صوفی محمد رفیع صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ سکھر)

قمر الانبیاء حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کو میرے پورے ہم عمر تھے اور قادیان دارالامان میں میرا جانا قریباً ۱۸۹۹ء یا ۱۹۰۰ء سے ہے۔ میرے والد صاحب بزرگوار صوفی محمد علی صاحبؓ مجھے بچپن سے ہی جبکہ میری عمر کوئی ۶-۷ سال کی تھی سالانہ جلسہ اور دوسرے وقت میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے گو اس زمانہ سے ہی حضرت میاں صاحبؓ کو دیکھنے کا موقع ملتا رہا اور بعد میں کبھی اتفاقیہ السلام علیکم ہو جاتی مگر قریب ہو کر کبھی ملاقات نہ ہو سکی۔

مارچ ۱۹۳۶ء کے آخر یا اپریل کے شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کراچی تشریف فرما ہوئے ان دنوں میں کراچی ضلع میں شاہ بندر ڈویژن کا انسپکٹر پولیس تھا۔

حضرت صاحب کی آمد کی وجہ سے میں چند ایک روز کی رخصت لیکر حضور کی خدمت میں کراچی گیا اور واپسی پر روہڑی تک ساتھ گیا۔ جب ٹرین کوٹری سٹیشن پر پہنچی تو میں حضرت صاحب کے کمرہ میں آ گیا جہاں حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ بھی تشریف فرما تھے۔ باتوں باتوں میں حضرت صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ سے پوچھا کہ آپ انکو جانتے ہیں؟ اس پر صاحب ممدوحؓ نے جواب دیا کہ قادیان کئی دفعہ انکو دیکھا ہے مگر خاص طور پر ملاقات نہیں ہوئی۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے صحابی صوفی محمد علی صاحب کے لڑکے ہیں اور سندھ میں انسپکٹر پولیس ہیں۔

جب یہ بات ہو چکی تو میں نے عرض کیا کہ حضور ہمارے گھر میں روایت چلی آتی ہے کہ میاں بشیر احمد صاحب مجھ سے ایک ماہ بڑے ہیں۔ میری تاریخ پیدائش ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء ہے حضرت میاں صاحب کی خبر نہیں کونسی تاریخ ہے۔ اس پر حضرت میاں صاحبؓ نے فرمایا ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس حساب سے روایت تقریباً درست ہے۔

اس ملاقات کے بعد حضرت قمر الانبیاءؓ سے قریب ہو کر ملنے کے مواقع ملتے رہے اور پھر جب بھی دعا یا کسی دوسرے معاملہ کی نسبت لکھنا پڑا فوراً جواب سے سرفراز فرماتے۔ آپ جب بھی ملتے بچوں تک کی خیریت دریافت فرماتے۔ خاصکر میرے بڑے لڑکے راجہ فخر الدین کے متعلق جو اب ڈپٹی کلکٹر ہے ضرور دریافت فرماتے۔ آپ بڑے رحیم کریم تھے اور جب بھی مکان پر جا کر ملنے کیلئے اطلاع کی جاتی فوراً طلب فرماتے اور ہر طرح کے نیک مشورہ سے مستفید فرماتے اور پوری تسلی دیکر حوصلہ افزائی فرماتے۔

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سیرت کے چند واقعات

(جناب شیخ عبد القادر صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ)

۱۔ یہ ایک مشہور بات ہے کہ قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا دروازہ ناداروں اور مسکینوں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ بہت سے غریب طلباء کتابوں اور فیس کے لئے اپنی درخواستیں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے اور آپ ہر طالب علم کی حتی المقدور امداد کرتے تھے۔

۲۔ پاکستان میں قادیان کے درویشوں کے اہل و عیال کے لئے آپ کا وجود بڑا بابرکت تھا۔ اگر کسی درویش کے بچوں میں سے کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی کسی مشکل کو پیش کرتا تو آپ کا دل اس کی مصیبت کو دیکھ کر پگھل جاتا تھا اور آپ اس کی مشکل کا حل بھی تلاش کرتے تھے اور اس کے لئے دعا بھی کرتے تھے جس سے اس غریب کی ڈھارس بندھ جاتی تھی۔

۳۔ بعض لوگ جو مالی تنگی میں مبتلا ہوتے وہ جب آپ کی خدمت میں دعا کروانے کے لئے حاضر ہوتے تو آپ اُن کے لئے دعا بھی صمیم قلب سے کرتے اور مفید مشوروں سے بھی نوازتے تھے۔

۴۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی سب سے بڑی خوبی آپ یہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیروی اور اطاعت اس طرح کی جس طرح انسان کی نبض اس کے دل کی حرکت کی پیروی کیا کرتی ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جہاں تک میں نے مشاہدہ کیا ہے آپ نے بھی زندگی بھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اطاعت اسی طرح کی ہے جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اصل اطاعت یہ ہے کہ ان احکام میں اطاعت کو کمال تک

پہنچایا جائے جو اپنی مرضی کے خلاف ہوں ورنہ
مرضی کے مطابق تو ہر شخص عمل کرنے کے لئے تیار
ہو جاتا ہے۔

۵۔ لین دین کے معاملات میں بھی آپ قرآن کریم کے
احکام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ
حسنہ کو ہمیشہ مدّنظر رکھتے تھے۔

بعض اوقات خاکسار سے کچھ کتابیں
منگواتے مگر ساتھ ہی اس امر کی تحریر بھجواتے
کہ میں یہ کتابیں فلاں تاریخ تک یا بہت جلد
واپس بھجوا دوں گا۔ اور جب واپس بھجواتے
تو لانے والا باقاعدہ رسید لیکر واپس جاتا۔

۶۔ مجھے قادیان کے زمانہ میں بعض اوقات آپ کی
خدمت میں گھنٹوں بیٹھنے کا موقعہ ملا ہے اور یہ موقع
اس طرح پیش آتے تھے کہ استاذی المکرم حضرت
مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوری جامعہ احمدیہ
سے ریٹائر ہونے کے بعد تقریباً روزانہ ہی ازراہ
شفقت پہلے محلہ دارالرحمت میں خاکسار کے مکان
پر تشریف لاتے، میرے ہاں کچھ وقت قیام فرماکر
حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ
کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؓ
کا مکان ریتی چھلہ میں تھا۔ کچھ دیر وہاں ٹھہر کر
شہر میں قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ
مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت
میں حاضر ہوتے اور وہاں بعض اوقات
کئی کئی گھنٹے آپ کا قیام رہتا۔ ایسے ہی
بعض مواقع مجھے بھی حاصل ہوئے۔ اور
میں حضرت مولوی صاحب کی معیت میں آپ کی
خدمت میں حاضر رہا۔ وہ مجالس عجیب پُر کیف
ہوا کرتی تھیں۔ حضرت میاں صاحبؓ حضرت
مولوی صاحبؓ کی بہت عزت کرتے تھے حضرت
مولوی صاحبؓ کے دل میں بھی آپ کا بے حد
ادب و احترام تھا

۷۔ ایک مرتبہ (غالباً ۱۹۳۹ء میں) آپ نے
نوجوان مبلغین کو اپنے دفتر میں بلاکر ہر ایک
کے ذمے مختلف مضامین پر کتابیں لکھنے کا
ارشاد فرمایا۔ خاکسار کے ذمہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی سیرتیں لکھنے کا کام مقرر فرمایا۔
سو الحمد للہ کہ خاکسار نے آپ کے حکم کی تعمیل
میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے "سیّد الانبیاءؐ"
اور "حیاۃ طیّبہ" لکھیں۔ اور دونوں کتابوں
کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت عطا فرمائی۔ پہلی
کتاب کے تین اور دوسری کے اب تک دو
ایڈیشن نکل چکے ہیں ✦

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے بعض شمائل کا تذکرہ

(جناب مولانا ارجمند خان صاحب سابق پروفیسر تعلیم الاسلام کالج)

مجھے وقتاً فوقتاً حضرت میاں صاحبؓ کے ساتھ علمی کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس لئے میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ جس علمی مضمون پر قلم اٹھاتے تھے تو سب سے پہلے آپ اُس مضمون کے ہر پہلو پر عمیق غور فرماتے تھے۔ اور جب لکھنے بیٹھتے تو اس کے ہر پہلو کا اس طرح تجزیہ فرماتے کہ اس کے نتائج خود بخود قارئین کے سامنے آجاتے۔ مضمون لکھنے کے بعد بھی آپ اس کی صحت اور درستی کے متعلق بار بار غور فرماتے اور اس کو آخری شکل دینے سے قبل آپ اکثر دفعہ عبارت کے زوائد کو قلم زن فرماتے۔ یہاں تک کہ مضمون ایک ایسے سانچے میں ڈھل جاتا کہ پڑھنے والا یہ محسوس کرتا کہ عبارت کا ایک ایک لفظ برمحل اور برموقعہ استعمال ہوا ہے اور اس مضمون میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں اُن کیلئے کوئی اور محل اور موقعہ مناسب ہی نہ تھا۔

حوالہ جات کی چھان بین میں آپ اتنی کاوش فرماتے کہ حوالہ لکھنے سے قبل آپ اچھی طرح اطمینان فرما لیتے کہ حوالہ کس کتاب میں ہے، کونسا ایڈیشن ہے، مطبع کونسا ہے اور کس سن میں چھپی ہے۔ جب تک آپ کو حوالہ کے متعلق پورا اطمینان نہیں ہوجاتا تھا حوالہ درج نہ فرماتے تھے۔

آپ کی نیک فطرت کا سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپ مشکلات اور مصائب میں گھرے ہوئے شخص کے ساتھ نہایت مشفقانہ سلوک فرمایا کرتے تھے اور اسے ایسے موثر طریق سے پند و نصائح فرماتے کہ اس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ اُس کی پریشانیوں کا بہت حد تک مداوا ہوجاتا بلکہ مستقبل میں بھی وہ ایک حد تک مزید لغزشوں اور کوتاہیوں سے محفوظ و مامون ہوجاتا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میری زندگی میں کئی دفعہ ایسے حالات پیش آئے جبکہ محض آپ کے مشفقانہ سلوک اور ہمدردانہ پند و نصائح کی وجہ سے مجھے بہت سی پریشانیوں سے نجات مل گئی اور ایمانی مضبوطی اور تسکین قلب حاصل ہوگیا۔

آپ کی انکساری اور امام وقت کے ساتھ محبت کا ایک واقعہ جس کا اس وقت تک میری طبیعت پر بہت گہرا اثر ہے یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک خاص واقعہ کی تحقیق کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے چند بزرگوں کی ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ مختلف لوگوں سے بیانات لئے جا رہے تھے اور ان بیانات

کہ وقت حضور پُر نور خود اس مجلس میں موجود تھے۔ اس سلسلہ میں میرا بیان بھی لیا گیا۔ بیان دیتے وقت قدرتی طور پر میری آواز کچھ بلند تھی۔ درمیان میں جب کچھ وقفہ ہوا تو حضرت میاں صاحبؓ مجھے کمال محبت اور شفقت سے الگ لے گئے اور نہایت ہمدردانہ انداز میں مجھے سمجھانے لگے کہ بے شک تمہارا بیان اس کمیٹی کے سامنے ہو رہا ہے لیکن چونکہ یہ کمیٹی خود حضور کی مقرر کردہ ہے اور حضور خود اس کمیٹی کی کارروائی سُن رہے ہیں تو اس صورت میں اس کمیٹی کی حیثیت حضور کے قائم مقام کی ہے۔ ان حالات میں تمہارا بلند آواز سے بولنا ایک گونہ حضور کے ادب کے خلاف ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ جب وہ امام وقت کے سامنے کلام کرے تو ادب و احترام کے پہلو کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ چنانچہ آپ کی اس نصیحت کا مجھ پر بڑا اثر ہوا اور جب دوبارہ مجھ سے بیانات لئے گئے تو میں نے نہایت ادب اور انکساری کے ساتھ بیان دیئے۔ جس پر حضرت میاں صاحبؓ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں بعد میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا بڑا فضل کیا جس کا میں پہلے گمان بھی نہ کر سکتا تھا۔

حضرت میاں صاحبؓ اپنے سسرال والوں اور ان کے متعلقین کے ساتھ بے حد پیار و محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ اس ضمن میں ایک بات جو مجھے ہمیشہ یاد رہے گی یہ ہے کہ جب میں مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا تھا اُن دنوں برادرم مکرم عبدالرحمٰن خان صاحب جو کہ حضرت میاں صاحبؓ کے نسبتی بھائی ہیں وہ بھی میرے ساتھ بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں رہتے تھے۔ چونکہ ہم زبان ہونے کی وجہ سے ہمارے آپس میں اچھے مراسم تھے اس وجہ سے حضرت میاں صاحبؓ بھی ان کی رعایت سے میرے ساتھ خاص محبت کا سلوک رکھتے تھے چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جب کبھی کوئی خاص تقریب ہوتی اور آپ مکرم عبدالرحمٰن صاحب کو اس میں شرکت کی دعوت دیتے تو مجھے بھی ضرور بُلاتے۔

جن دنوں آپ سیرۃ خاتم النبیین حصہ دوم تصنیف فرما رہے تھے مجھے ایک ذاتی کام کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ جب آپ میری بات سُن چکے اور اس سلسلہ میں مفید مشورہ دے چکے تو فرمانے لگے کہ کیا تم ایک علمی کام کے لئے کچھ وقت دے سکو گے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ہر وقت حاضر ہوں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اس وقت سیرۃ خاتم النبیین حصہ دوم زیر تصنیف ہے تمہارے ذمہ یہ کام ہے کہ اس میں جس قدر حوالجات درج ہیں ان کی چھان بین کر کے اصل کتابوں کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ محض خدا کے فضل سے مجھے اس کام میں حصہ لینے کی توفیق ملی۔ جب یہ کتاب چھپ گئی تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی حد نہ رہی کہ آپ نے کتاب کی ابتداء میں "عرضِ حال" میں اس خاکسار کے متعلق نہایت عمدہ رنگ میں ذکر فرمایا اور میرے کام کی تعریف کی۔ گویا میرے تھوڑے سے کام کی آپ نے قدر افزائی فرمائی۔ جزاہ اللہ خیراً و رضی عنہ وارضاہ۔

حضرت میاں بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمہ گیر شفقت

(از جناب مولوی محمد یار صاحب عارف سابق مبلغ انگلستان)

حضرت میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی شفقت و ہمدردی تمام اُن افراد اور خاندانوں سے جن کا آپ سے واسطہ پڑا اس قدر مخلصانہ تھی کہ ہر فرد یا خاندان یہ محسوس کرتا ہے کہ اس سے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا خاص تعلق ہے۔ حضرت میاں صاحبؓ کی اور بے شمار خوبیوں کو چھوڑ کر اگر اس خوبی کا ہی تصور کر لیا جائے تو آپ کی جدائی کو یاد کر کے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور بے اختیار آپ کے مدارج کی بلندی کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

میرے والد صاحب محترم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور احمدیت کے لئے کچھ عشق کی سی کیفیت ہے۔ مَیں آپ کا سب سے بڑا لڑکا ہوں اور مولوی فاضل ہونے تک اکلوتا ہی تھا۔ جب مَیں نے پرائمری تک تعلیم حاصل کر لی تو والد صاحب مکرم ۱۹۱۵ء کے جلسہ سالانہ پر ہی مجھے قادیان چھوڑ آئے۔ میری عمر قریباً تیرہ سال کی تھی اُس وقت حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ مدرسہ احمدیہ کے افسر تھے۔ وہی میرے گارڈین تھے۔

ایک دفعہ شروع میں مَیں نے والد صاحب کو خط لکھا کہ مَیں سخت اُداس ہوں مجھے گھر بلا لیا جائے۔ والد صاحب محترم نے میرے ایک چچا کو قادیان بھجا۔ مَیں اُن کے پہنچنے پر بہت خوش ہوا اور حضرت میاں صاحبؓ سے بار بار گھر بھجوانے کی درخواست کی لیکن حضرت میاں صاحبؓ نے کمال فراست سے یہ بھانپ کر کہ یہ دیہاتی لڑکا ہے اور ماں باپ کا اکلوتا بچہ ہے۔ قادیان سے (اُس وقت کے لحاظ سے) دُور کا رہنے والا ہے اگر یہ اُداسی کے عالم میں چلا گیا تو پھر نہیں آئے گا اور دینی تعلیم جیسی نعمت سے محروم رہ جائے گا یہ جواب دیا کہ ہم اِس آدمی کو نہیں جانتے کہ یہ کون ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی تحریر ہے ہم اس کے ساتھ نہیں بھیج سکتے۔ چنانچہ میرے رونے دھونے کے باوجود آپ نے آنے کی اجازت نہ دی اور وہ اکیلے واپس آ گئے۔ پھر آہستہ آہستہ قادیان میں میرا دل لگ گیا اور مَیں نے پڑھائی شروع کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے خدمتِ دین کی بھی توفیق بخشی۔

پاکستان بننے سے پیشتر ہی اپنے گھریلو حالات کی مجبوری کے ماتحت مَیں نے سرگودھا میں اپنا تجارتی کاروبار

شروع کر دیا۔ گزشتہ سال جب میری بچی نے ایف۔اے کا امتحان دیا اور حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا تو آپ نے جواب میں جو خط لکھوایا اس میں یہ بھی تحریر تھا کہ "ایک دفعہ معلوم ہوا تھا کہ آپ کے والد صاحب نے پھر خدمتِ سلسلہ میں واپس آنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اگر یہ درست ہے ...... تو بڑا مبارک خیال اور سارے خاندان کے لئے برکت اور رحمت کا موجب ہو گا۔"

میں نے اس تحریک کو غنیمت جان کر حضرت میاں صاحبؓ کی خدمت میں آمادگی کا خط لکھا اور دعا کی درخواست کی تو آپ نے دوسرے خط میں تحریر فرمایا کہ "اگر کوئی محنتی اور دیانتدار شخص (گو یہ جنس اب بہت کم ہے) مل سکے اور وہ ہمدرد بھی ہو تو مناسب وقت پر دکان اس کے سپرد کر سکتے ہیں اور خود مہینہ میں ایک دن جا کر نگرانی کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

یہ سطور اپنے اندر جو ہمدردی اور شفقت کے جذبات رکھتی ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ایک طرف یہ خواہش ہے کہ میں وہ کام کرنے کی توفیق پاؤں جو سارے خاندان کے لئے رحمت اور برکت کا موجب ہو اور دوسری طرف یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس کا کاروبار بھی چلتا رہے۔ جب میں نے مفصل حالات لکھ کر کام کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے از راہِ شفقت مکرم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد کو اس نوٹ کے ساتھ میری چٹھی بھیجی کہ "ان کو اپنے صیغہ میں لے کر ان سے مناسب کام لیں۔ انشاء اللہ مفید ثابت ہوں گے۔"

اور جب مکرم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے مجھے انسپکٹر اصلاح و ارشاد مقرر کیا اور حضورؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے تحریر فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے نئے دور کو مبارک کرے اور مقبول خدمت کی توفیق دے۔"

یہ سارا واقعہ میں نے محض یہ دکھانے کیلئے لکھا ہے کہ حضرت میاں صاحبؓ کو جن احمدیوں سے بھی براہ راست واسطہ پڑا آپ نے ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کو انتہا تک پہنچا دیا اور یہ محسوس کرا دیا کہ ان کے لئے ان کے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے بھی زیادہ خیر خواہی کرنے والا ایک وجود موجود ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے ابتدائی اور آخری دور میں جب حضرت میاں صاحبؓ کی شفقت و محبت اور سچی خیر خواہی کا احساس ہوتا ہے تو بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور آپ کی بلندئ درجات کیلئے دعا نکلتی ہے کہ اے ہمارے مشفق و رحیم خدا تو اس پاک وجود کو جو حضرت عمرؓ کی طرح لا عَلَیَّ ولا لی (کہ نہ مجھے کچھ ملے نہ دینا پڑے) کی آرزو کا اظہار کرتا تھا اپنے فضل و کرم سے جنت الفردوس میں اپنے محبوب آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کامل متبع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں بلند سے بلند مقام عطا فرما اور آپ کی عظیم الشان قربانیوں کی قدردانی فرما کر اپنی بے شمار رحمتوں اور فضلوں کا وارث بنا اور آپ کی اولاد کا خود حافظ و ناصر ہو اور انہیں اپنے ہمدرد خلائق باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اللّٰھم آمین +

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے احسانات کا مختصر تذکرہ

(از جناب منشی نور الدین صاحب خوشنویس ربوہ کاتب الفرقان۔)

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ خاکسار کو قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قادیان دارالامان سے لے کر ربوہ دارالہجرت تک تعلق رہا۔ آپ بسلسلہ کتابت خاکسار کو اپنی تصانیف و تقاریر کی کتابت کے لئے ترجیح دیتے تھے۔ خاکسار نے سب سے پہلے حضورؓ کی تصنیف "تبلیغ ہدایت" ایک سال میں دو مرتبہ قادیان میں لکھی یعنی ایک مرتبہ جلسہ سالانہ پر اور پھر مجلس مشاورت پر۔

ہجرت کے بعد ۱۹۴۹ء میں خاکسار قلعہ صوبہ سنگھ ضلع سیالکوٹ میں رہتا اور وہیں کتابت کرتا تھا۔ لاہور میں حضرت میاں صاحبؓ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "میری خواہش ہے کہ تم ربوہ میں آجاؤ"۔ خاکسار نے عرض کیا جیسے حضور کی مرضی خادم حاضر ہے۔ چنانچہ دو تین ماہ بعد ہی خاکسار ربوہ حاضر ہو گیا۔ خاکسار کو یہ فخر حضرت میاں صاحبؓ کی ذرہ نوازی کے طفیل میسر آیا کہ تمام کاتبوں میں سے خاکسار سب سے پہلے دارالہجرۃ میں آباد ہوا۔ الحمد للہ۔

سلسلۂ کتابت میں حضرت میاں صاحبؓ کے خود اپنے دست مبارک سے تحریر فرمودہ بہت سے خطوط ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں اور ان میں قیمتی ہدایات ہیں۔ چند مکتوب درج ذیل ہیں:۔

(۱) "مکرم میاں نور الدین صاحب کاتب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ بعض جگہ اپنی طرف سے بعض ناموں کے ساتھ رضؓ کا لفظ لکھ دیتے ہیں۔ آئندہ صرف اسی جگہ ایسا لفظ لکھا کریں جہاں میں نے خود لکھا ہے ورنہ پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمد

۲۴/۲/۰ "

(۲) "مکرمی میاں نور الدین صاحب کاتب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

(۱) میں نے پہلی کاپی سرسری طور پر دیکھی ہے۔ ایک جگہ آپ نے سلسلہ احمدیہ کی جگہ صرف سلسلہ لکھ دیا ہے۔ چند ایسی غلطیاں تو بعض اوقات رہ جاتی ہیں۔ احتیاط رکھیں۔

(۲) مگر بعض جگہ عبارت زیادہ گنجان ہو گئی ہے مثلاً ایک جگہ آپ نے بر سر اقتدار کے الفاظ بہت گنجان کر دیئے ہیں۔

(۳) نیز ایک جگہ فقرہ ختم ہونے کی علامت اُلٹے کامے ؟ کی صورت میں ڈالی ہے۔ میں اس کے بہت خلاف ہوں۔ جہاں ایسی ضرورت ہو وہاں سادہ ڈیش ⊖ ڈالنا چاہیئے۔ ..... ان باتوں کا خیال رکھیں۔ اللہ آپ کی نصرت فرمائے۔

خاکسار مرزا بشیر احمد

۱۶ ۲/۶۰

(۴) ۱۳ ۲/۶۰ کو ایک ہدایت میں تحریر فرمایا :-

"مکرمی میاں نور الدین صاحب کاتب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

(۱) آپ سیرت طیبہ کی کاپی لکھتے وقت یہ خیال رکھیں کہ حضرت مسیح موعود کے ساتھ علیہ السلام کے الفاظ لکھتے ہوئے الصلوٰۃ کا لفظ نہ بڑھایا کریں بلکہ صرف علیہ السلام لکھا کریں۔

(۲) نیز جہاں مَیں نے خالی مسیح موعود لکھا ہے اور اس کے ساتھ علیہ السلام کے الفاظ نہیں لکھے وہاں آپ بھی صرف حضرت مسیح موعود کے الفاظ لکھیں۔

خاکسار مرزا بشیر احمد

۱۳ ۲/۶۰"

(۴) "میاں نور الدین صاحب کاتب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

چھ کاپیاں ارسال ہیں احتیاط سے درست کر کے مجھے واپس بھجوائیں۔ الفاظ ایکدوسرے کے اُوپر نہ چڑھائے جائیں۔

خاکسار مرزا بشیر احمد　　۲۶ ۶/۵۹

(۵) "مکرمی نور الدین صاحب کاتب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ بیمار تھے اب کیا حال ہے۔ رسالہ عید کی قربانیاں کی کتابت جلد ختم کریں کیونکہ اس کے بعد ایک اور رسالہ بھی آرہا ہے۔ عید کی قربانیاں والا رسالہ بڑی احتیاط سے لکھیں کیونکہ مسودہ بہت کٹا پھٹا ہے۔ کوئی غلطی نہ رہ جائے

خاکسار مرزا بشیر احمد

۱۸ ۱/۵۹

(۶) "مکرمی منشی نور الدین صاحب کاتب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مجھے مسودہ خاندانی منصوبہ بندی کے صفحہ ۱۵ اور صفحہ ۲۴ و ۳۴ اور تتمہ والے حصہ میں کچھ تبدیلی کرانی ہے مہربانی کر کے پندرہ بیس منٹ کے لئے مجھے مسودہ بھجوا دیں۔ امید ہے آپ نے سترہ سطری مسطر شروع کی ہوگی۔ خط بہت صاف اور عمدہ ہونا چاہیئے۔ یہ رسالہ اچھے طبقہ میں جانا ہے

خاکسار مرزا بشیر احمد

۳۱ ۱۲/۵۹

(۷) ایک اور چٹھی میں دیگر ہدایات کے علاوہ تحریر فرمایا کہ :-

(الف) "عربی اشعار اور عربی عبارت بڑی خوبصورت اور صاف صاف لکھی جائے۔

(ب) پیروں کا بہت خیال رکھا جائے۔ مَیں نے

نشان لگا دیئے ہیں۔

(ج) اقتباسات دونوں طرف جگہ چھوڑ کر لکھے جائیں میں نے نشان لگا دیئے ہیں۔

(د) حوالے جو سرخ خطوط وحدانی کے اندر ہیں فٹ نوٹ کی صورت میں لکھے جائیں۔

(ذ) اگر کتابت میں کوئی غلطیاں رہ جائیں تو وہ چیپی لگا کر درست کی جائیں اور خط میں سرِ مو فرق نہ آنے دیا جائے

(ر) میں اس کتاب کی خدا کے فضل سے بہترین کتابت اور بہترین طباعت چاہتا ہوں۔ اگر مہاشہ صاحب (فضل حسین صاحب) یا کاتب صاحب اس کیلئے تیار نہ ہوں تو ابھی سے جواب دیدیں۔

(ز) میاں نور الدین صاحب کو ساری کتابت خود کرنی ہوگی اور تصحیح بھی خود کرنی ہوگی۔

(س) ہماری کوئی کتاب تو شاندار نکلنی چاہیئے

(ش) کاغذ بھی اعلیٰ لگایا جائے۔" مرزا بشیر احمد ۲۴-۷-۱۱

خاکسار عرصہ سے اعصابی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ اس کا ذکر اکثر حضرت میاں صاحبؓ سے کرتا اور دعا کی درخواست کرتا رہتا تھا اور آپ اپنے اس دیرینہ خادم کیلئے ہمیشہ دعا فرماتے اور نہ صرف دعاؤں میں یاد رکھتے بلکہ اکثر اپنے پاس سے بعض دوائیں بھی از راہِ شفقت مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے چند کیپسول دیئے اور فرمایا کہ "یہ دوا امریکہ سے مجھے تحفۃً آئی ہے تم بھی اسے کھاؤ" اور ساتھ ہی بیرن کے ٹیکے بھی دیئے اور فرمایا کہ "ان میں سے کچھ میں نے خود کروائے ہیں کچھ تم کروالو"۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شفیق اور محسن حضرت میاں صاحبؓ پر بے انتہا فضل نے

محبت و ہمدردی کے تین واقعات

(جناب مولوی عبد الرحیم صاحب عارف مربی سلسلہ)

(۱) ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے کہ بندہ کو اخراجات کی بڑی تنگی تھی جس کی وجہ سے امتحان مولوی فاضل کی تیاری میں سخت پریشانی در پیش تھی۔ بندہ خاموشی سے خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتا تھا جب اس بات کا علم حضرت میاں صاحبؓ کو ہوا تو آپ نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا۔ میں حاضر ہوا تو بڑی محبت اور پیار سے مجھے فرمایا کہ کھانے کا انتظام ایک جگہ کر دیتا ہوں اور کچھ رقم آپ کو جیب خرچ کے طور پر دیدیا کروں گا۔ چنانچہ میرے محسنِ حقیقی اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مقدس وجود کے ذریعہ میرے لئے سہولت کا سامان مہیا فرما دیا۔

(۲) ۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقع پر بندہ قادیان کے گرد و پیش کے علاقہ میں متعین تھا۔ آپ نے ایک دن مجھے بلایا اور علاقہ کے حالات سنتے رہے۔ اسوقت میں محسوس کرتا تھا کہ آپ محبت و شفقت سے بھرپور اپنے بیکس نالائق غلام کے ساتھ ایک ایسے رنگ میں گفتگو فرما رہے ہیں جیسے ایک باپ اپنے لائق اور خدمت گزار لڑکے سے بے تکلفانہ گفتگو کرتا ہے۔

(۳) پاکستان بننے کے بعد ضلع جھنگ میں ایک نئی جماعت قائم ہوئی تو میں نے آپ کی خدمت میں بغرض اطلاع و دعا چٹھی لکھی تو آپ کی طرف سے جواب آیا کہ مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ اور تاکیداً ارشاد فرمایا کہ ان کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔ نہ صرف زبان سے بلکہ اپنے نمونہ اور عمل سے ان کے اندر اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں *

ــــــــــــــــــ

ل یہ ہدایات حضرت میاں صاحبؓ کے رسالہ سیرتِ طیبہ کے بارہ میں تھیں *

حضرت قمر الانبیاءؓ کی یادیں!

(جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل آف منگلا)

حضرت قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ کے متعلق الفرقان کے لئے کیا لکھوں تاکہ برکت کے طور پر اس شمارہ نادرہ میں حصہ لے سکوں؟ نہ علم کامل کہ محققانہ مضمون لکھوں نہ سرمایۂ صحبت کہ واقعاتِ صحبت قلمبند کروں۔ دیر سے احمدی ہوا۔ عمر کا بہت سا حصہ لا طائلات میں گزارا۔ کئی سال احمدیت کی تحقیق میں صرف ہو گئے۔ جب صداقت کھل گئی تو پرانے پیر و مرشد کی طرف سے کچھ پابندیاں لگ گئیں "ربوہ نہیں جانا، میرا جو مرید ربوہ جائیگا اس پر خدا ناراض ہوگا"۔ مدتوں سے پڑے ہوئے سلاسل و اغلال دفعۃً ٹوٹنے مشکل تھے۔ سابق پیر صاحب کا رعب و دبدبہ دل و دماغ پر مستولی تھا۔ ربوہ میں داخل ہونا ۱۹۵۲ء تک کارے دارد تھا۔ قسمت نے یاوری کی ۱۹۵۲ء میں پیر صاحب نے کسی کام کے لئے لاہور روانہ کیا۔ دل میں خوشی کہ راستہ میں ربوہ دیکھوں گا۔ لاری سے اُتر کر حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا اتا پتا پوچھا۔ کیونکہ آپ کی لطیف تحریر سے بہت مانوس ہو چکا تھا۔ اُس وقت مجھے کمر دل میں دعا تو [illegible] حضرت میاں صاحبؓ [illegible]

[illegible]

میں جس مقام تک پہنچا تھا سب کچھ بیان کیا۔ یہ بھی ذکر کیا کہ ربوہ میں آج "پیر صاحب کا چور" ہو کر داخل ہوا ہوں۔ دل میں ڈر رہے کہیں پیر صاحب دیکھ ہی نہ لیے ہوں۔ دعا کی درخواست کی حضور اب پیر صاحب کا طوق گلے سے نہیں نکلتا کیا کروں۔ تقریباً آدھ گھنٹہ آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ دل نہ چاہتا تھا کہ اٹھوں پر لاہور بھی ضرور پہنچنا تھا۔ رخصت ہونے سے پہلے پھر میں نے رو کر دعا کی درخواست کی۔ آپ نے محبت بھرا ہاتھ میرے کندھے پر پھیرا اور معانقہ کر کے مجھے رخصت کیا اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا "اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا انشاء اللہ"۔ یہ تھی میری پہلی ملاقات نبیوں کے چاند سے۔ گھر واپس جا کر آپ سے خط و کتابت شروع کی۔ آپ مجھے ہر خط کا دلنشیں پیرایہ میں جواب لکھتے تھے جس سے میں بہت ہی محظوظ ہوتا تھا۔

۱۹۵۴ء کے جلسہ سالانہ پر گھر سے فیصلہ کر کے ربوہ گیا کہ اب کی دفعہ ضرور بیعت کروں گا اور اپنے گاؤں میں اس کا اعلان کر دیا۔ جلسہ پر حضور کی دستی [illegible]

[illegible]

میاں صاحب [illegible]

حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کی ناقابلِ فراموش شفقت کے چند نمونے

(از ابو العطاء)

سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کو خدمتِ دین کرنے والوں سے جو الفت تھی اور ان سے آپ کا شفقت اور رأفت کا جو خاص سلوک ہوتا تھا۔ اس کا ایک اندازہ مندرجہ ذیل ارشادات سے ہو سکتا ہے جو آپ نے اس ناچیز خادم کے سلسلہ میں تحریر و تقریر میں فرمائے۔ ان میں ذاتی ذکر بھی ہے۔ میرے رسالہ الفرقان کا تذکرہ بھی ہے۔ میری بچی اور میرے بچے کی شادی کی تقریب پر دعا کی تحریک بھی ہے۔ "مباحثہ مصر" اور "تحریری مناظرہ" پر تبصرے بھی ہیں۔ ایسی جامع محبت کرنے والے وجودِ باجود کے لئے خود بخود دل سے دعائیں اٹھتی ہیں۔ رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ۔ قارئینِ کرام اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱)

دسمبر ۱۹۶۱ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ کی پختہ عمارت کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:۔

"اس وقت مجھے قریباً نصف صدی پہلے کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جبکہ میں مدرسہ احمدیہ کا مینیجر ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک روز حاجی غلام احمد صاحب کریام ضلع جالندھر اور میاں امام الدین صاحب مولوی ابو العطاء صاحب کو مدرسہ میں داخل کرانے کے لئے لائے۔ اس وقت میں مدرسہ کے کچے کمروں میں سے ایک کمرہ میں بیٹھا تھا حاجی صاحب نے انہیں مدرسہ میں داخل کرنے کی سفارش کی اور میں نے انہیں داخل کر لیا۔ میں جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ پھل خدا کے فضل سے شیریں ثابت ہوا اور آگے پھل کر اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو خدمتِ دین کی توفیق دی"۔

(الفضل ۵ دسمبر ۱۹۶۱ء)

(۲)

رسالہ الفرقان کے "حضرت حافظ روشن علی رضی اللہ عنہ نمبر" میں تحریر فرمایا کہ:۔

"مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ رسالہ الفرقان کے موجودہ ایڈیٹر محترم مولوی ابو العطاء صاحب کے متعلق ان کی طالبعلمی کے زمانہ میں فرمایا کہ یہ نوجوان خرچ کے معاملہ میں کچھ غیر محتاط ہے مگر بڑا ہونہار اور قابلِ توجہ اور قابلِ ہمدردی ہے۔ کاش! اگر حضرت حافظ صاحب اس وقت زندہ ہوتے تو محترم مولوی ابو العطاء صاحب اور محترم مولوی

جلال الدین صاحب شمس کے علمی کارناموں کو دیکھ کر اُن کو کتنی خوشی ہوتی کہ میرے شاگردوں کے ذریعہ میری یاد زندہ ہے۔" (الفرقان حضرت حافظ روشن علیؓ نمبر، دسمبر ۱۹۶۰ء)

(۳)

رسالہ الفرقان کی توسیعِ اشاعت کی تحریک کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے فضائل اور اسلام کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔" (الفضل ۱۸ر جولائی ۱۹۵۹ء)

(۴)

رسالہ الفرقان کے "حضرت میر محمد اسحاق نمبر" کے متعلق حضرت میاں صاحبؓ نے تحریر فرمایا:۔

"رسالہ الفرقان کا ایک خاص نمبر نکلا ہے جس میں ہمارے چھوٹے ماموں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے حالات درج ہیں اور مختلف اصحاب نے ان کے ذکرِ خیر کے رنگ میں ان کے بعض دلکش اوصاف اور حالات تحریر کئے ہیں۔ الفرقان کا یہ نمبر خدا کے فضل سے بہت ہی مبارک ہے جس سے نہ صرف حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم کی یاد تازہ ہوتی ہے بلکہ ان کی بے شمار نیکیوں اور خوبیوں کی وجہ سے نیکی کی بھی غیر معمولی تحریک پیدا ہوتی ہے

حقیقتاً الفرقان کا یہ خاص نمبر بہت ہی قابلِ قدر ہے اور جماعت میں اس کی جتنی بھی اشاعت ہو کم ہے۔ میں اس قابلِ قدر خدمت پر محترم مولوی ابوالعطاء صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں جزاہ اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۴/۱۱/۶۱۔"
(الفضل ۲۲ر نومبر ۱۹۶۱ء)

(۵)

میری بیٹی عزیزہ امۃ الباسط سلمہا اللہ کی تقریب رخصتانہ کے موقعہ پر حضرت میاں صاحبؓ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"یہ رشتہ بہت دُور دراز علاقوں کے درمیان قائم ہوا ہے۔ مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب کا وطن جالندھر ہے اور مکرم مختار احمد صاحب ایاز بھیرہ کے قریب قصبہ میانی کے رہنے والے ہیں بلکہ اب جبکہ مولوی صاحب ربوہ میں رہائش رکھتے ہیں اور ایاز صاحب کا خاندان مشرقی افریقہ کے علاقہ ٹانگانیکا میں مقیم ہے تو دونوں کے درمیان فاصلہ پہلے کی نسبت اور بھی زیادہ ہو گیا ہے اور ایک طرح سے ان پر مشرق اور مغرب کی اصطلاح صادق آتی ہے۔ مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب جماعت کے ممتاز علماء میں سے ہیں اور سلسلہ کے مخلص کارکن ہیں۔ اسی طرح مکرم مختار احمد صاحب ایاز جن کے بچے کی آج شادی ہو رہی ہے بہت مخلص احمدی ہیں اور فدائیت کا رنگ رکھتے ہیں۔ احباب دعا کریں کہ یہ رشتہ جانبین کے لئے دین میں دنیا

میں، ظاہر میں، باطن میں اور حال میں مستقبل میں ہر طرح اور ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے مثمر ثمراتِ حسنہ بنا دے آمین۔"

(الفضل ۸ دسمبر ۱۹۵۹ء)

(۶)

میرے بیٹے عزیز عطاء الکریم بی۔اے واقفِ زندگی کی شادی کی تقریب پر حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:-

"یہ رشتہ دو ایسے خاندانوں میں ہو رہا ہے جو خدمتِ دین کے لحاظ سے اپنے اپنے رنگ میں اور اپنی اپنی جگہ ممتاز ہیں۔ قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی جن کی بچی کا آج رخصتانہ ہے کے دادا حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب اوّل درجہ کے مخلصین میں سے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت محبت و اخلاص کا تعلق رکھتے تھے۔ جب انہوں نے بیعت کی تو اپنے علاقہ میں مجنونانہ طرز پر فریضۂ تبلیغ ادا کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کا اتنا خیال تھا کہ حضور نے نہ صرف ان کو بلکہ ان کی اولاد قاضی عبدالرحیم صاحب اور قاضی محمد عبداللہ صاحب کو بھی ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں شامل فرمایا۔ اسی طرح قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی جو قاضی عبدالرحیم صاحب مرحوم کے فرزند ہیں بہت مخلص احمدی ہیں اور فدائیت کا رنگ رکھتے ہیں اور نیروبی میں سالہا سال تک جماعت کے پریذیڈنٹ رہ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے۔ ان کے بعض عزیز بیمار ہیں ان کو بھی اپنے فضل سے صحت عطا فرمائے۔

اسی طرح مولوی ابوالعطاء صاحب کو بھی جن کے بچے کی شادی ہو رہی ہے خدمتِ دین کی بہت توفیق ملی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں خدمتِ دین کے موجودہ رنگ کے اعتبار سے اپنی ایک تقریر میں انہیں خالد قرار دیا تھا۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کیلئے دین میں، دنیا میں، ظاہر میں، باطن میں اور حال میں مستقبل میں ہر لحاظ سے اور ہر طرح بابرکت کرے اور اس سے بہتر سے بہتر ثمرات پیدا ہوں۔ نیز دولہا اور دلہن دونوں کو راحت اور برکت کی زندگی نصیب کرے آمین۔"

(الفضل ۳ جنوری ۱۹۶۲ء)

(۷)

کتاب "مباحثہ مصر" پر تبصرہ

"مولوی ابوالعطاء صاحب نے مجھے اپنے ایک دیرینہ "مباحثہ مصر" کا نسخہ دیا ہے۔ یہ اس مناظرے کی روئیداد ہے جو بعض نامور عیسائی پادریوں کے ساتھ مسیحیت کے بعض بنیادی عقائد کے متعلق مولوی صاحب نے مصر میں کیا تھا۔ مناظرہ تو خیر کاسرِ صلیب کے شاگرد ہونے کی وجہ سے کامیاب ہونا ہی تھا مگر مجھے اس مناظرہ کی روئیداد پڑھنے سے حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب نے اس مختصر سے مناظرہ میں کتنا مواد بھر دیا ہے۔ یہ مناظرہ یقیناً ان احمدی مبلغوں کے بہت کام آ سکتا ہے جن کا مسیحی مشنریوں کے ساتھ واسطہ پڑتا

ہو۔ مرزا بشیر احمد

۴ ۱۱/۶۱

(الفرقان دسمبر ۱۹۶۱ء)

(۸)

کتاب "تحریری مناظرہ" پر تبصرہ

سیدی حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"محترم مولوی ابوالعطاء صاحب خدا کے فضل سے ہماری جماعت کے ایک ممتاز عالم ہیں جو مسیحیت کا خاص مطالعہ رکھتے ہیں چنانچہ ان کے "مباحثہ مصر" کے متعلق میرا مختصر سا ریویو کچھ عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ اب انہوں نے مجھے اپنا دوسرا "تحریری مناظرہ" بھجوایا ہے جو کچھ عرصہ ہوا ان کے اور عیسائیوں کے مشہور مناظر پادری عبدالحق صاحب چنڈی گڑھ انڈیا کے درمیان الوہیت مسیح کے عقیدہ کے متعلق تحریری طور پر ہوا تھا۔ اس مناظرہ میں خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے حضرت کاسر الصلیب علیہ السلام یعنی مسیح محمدی کے شاگرد کو نمایاں فتح عطا کی اور پادری عبدالحق صاحب یہ مناظرہ درمیان میں ہی نامکمل چھوڑ کر کنارہ کشی اختیار کر گئے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بڑا کام کسر صلیب بھی تھا اور حضور نے مسیحیت کے خلاف شاندار فاتحانہ مجاہدہ کا رنگ پیدا کر کے اپنے مخالفوں تک سے "فتح نصیب جرنیل" کا لقب حاصل کیا اس لئے ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ بھی مسیحیت کے مطالعہ کی طرف خاص توجہ دیں تاکہ دنیا بھر میں کسر صلیب کا کام شاندار رنگ میں پورا ہو جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مولوی ابوالعطاء صاحب کی یہ کتاب جو "تحریری مناظرہ" کے نام سے چھپی ہے انشاء اللہ اس کام کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ پس دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے تاکہ "کاسر صلیب" کا ہر شاگرد بھی کسر صلیب کے کام میں اپنی توفیق اور طاقت کے مطابق حصہ دار بن جائے۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد ۱۶ ۴/۶۲

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے اخلاق حمیدہ کے چند واقعات

(جناب خان سعد اللہ جان صاحب ایڈوکیٹ مردان)

۱۹۱۷-۱۸ء کا واقعہ ہے کہ میں زمانہ طالبعلمی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ہاں بارہ پندرہ یوم بطور مہمان رہا۔ علاوہ دیگر واقعات کے مندرجہ ذیل باتوں کا میرے دل پر خاص اثر رہا ہے :-

(۱) اپریل کا مہینہ تھا کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اُن کی بیٹھک کے صحن میں سو جاتا تھا۔ رات کو سوتے وقت مجھے قطعاً خیال نہیں رہتا تھا کہ آیا میرے پاس پینے کیلئے، وضو کرنے کیلئے پانی ہے یا نہیں جب صبح اُٹھتا تو میرے نزدیک میز پر پانی کا جگ، وضو کے لئے پانی کا لوٹا اور تولیہ موجود ہوتا تھا۔ بچپن کی بے پروائی کے باعث حسبِ معمول اُٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھ کر چائے کے انتظار میں بیٹھا رہتا تھا اور کبھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ پانی کا لوٹا اور تولیہ کہاں سے آجاتا تھا۔ ایک دن صبح کی اذان کے وقت نیم خوابیدہ حالت میں چارپائی پر پڑا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں صاحب موصوف میری چارپائی کے قریب پانی کا لوٹا اور کرسی پر تولیہ رکھ کر خود مسجد تشریف لے گئے۔ اسی طرح روزانہ میرے قیام کے دوران وہ کرتے رہے۔

(۲) دوپہر کا کھانا ہم اکٹھا کھایا کرتے تھے ایک دن مہمانخانہ میں پٹھانوں نے کھانے کیلئے ٹھہرا لیا چنانچہ میں ٹھہر گیا اور کھانا انکے ساتھ کھالیا۔ دل میں یہ خیال نہ آیا کہ حضرت میاں صاحبؓ میرا انتظار کرتے ہونگے اور اطمینان سے پٹھانوں کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں باہر بازار میں نکلا تو ایک دکاندار نے مجھے کہا کہ آپ کی تلاش میں حضرت میاں بشیر احمد صاحب کا ملازم پھر رہا ہے۔ میں فوراً حضرت میاں صاحب کی بیٹھک میں چلا گیا، وہاں دسترخوان پر کھانا وغیرہ پڑا تھا۔ مکرمی جناب شمشاد خان صاحب مرحوم اور حضرت میاں صاحبؓ میرے انتظار میں بیٹھے تھے۔ میں نے السلام علیکم عرض کر کے کہا کہ میں نے تو روٹی کھالی ہے۔ ان کے ماتھے پر کسی قسم کے ملال کے آثار نہ تھے ہنس کر فرمایا کہ اب ہمارے ساتھ بھی شامل ہو جائیں۔ چنانچہ میں شامل ہوا۔ کھانا کھایا اور بچپن کی لاپرواہی کے باعث میں معذرت تک نہ کہہ سکا۔

(۳) ایک دن جبکہ ہم کھانا کھا رہے تھے ایک دوست حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے پیغام لائے کہ حضرت صاحب آپکو بلاتے ہیں۔ آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور فوراً پگڑی سر پہ رکھ کر چل پڑے۔ بچپن کی نادانی کے باعث میں نے عرض کیا کھانا کھا کر تشریف لے جائیں۔ فرمایا "نہیں اُن کا حکم مقدم ہے" کافی دیر کے بعد آکر کھانا کھایا۔

الغرض حضرت میاں صاحبؓ کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ پسندیدہ کی کون کون سی بات بیان کی جائے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

ہر حال میں تبلیغ اسلام ضروری ہے

مبلغ سلسلہ مقیم دہلی کے نام حضرت میاں صاحب کے دو خطوط

[ذیل کے دو خطوط ہجرت کے بعد ہی سیدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے محترم جناب مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ مقیم دہلی حال امیر جماعت احمدیہ کلکتہ کو لکھے تھے۔ ان میں تبلیغ کے بارے میں زریں ہدایات کے علاوہ خواب کی تعبیر بھی مذکور ہے۔ ان کی اہمیت کے پیش نظر انہیں حرف بحرف شائع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)]

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رتن باغ لاہور

۲۴ ۸/۴۷   مکرمی محترمی مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط محررہ ۸/۴۷ ۱۶ موصول ہوا اور اسکے ساتھ تار کی نقل بھی تھی۔ آپ کا خواب خدا کے فضل سے مبارک ہے ایک بشیر نے خواب دیکھی اور دوسرے بشیر کو اپنے شہر اور مکان میں آتے دیکھا۔ پھر مکان میں سے بھی اُوپر کی منزل میں جاتے دیکھا اور پھر یہ نظارہ بھی دیکھا کہ اُوپر کی منزل کے ایک کمرہ کی جگہ دو کمرے ہو گئے۔ یہ سب نظارے مبارک ہیں اور اس میں جماعت کے لئے بشارت اور نصرت الٰہی اور توسیع کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمائے۔

آپ اس وقت انڈین یونین میں بستے ہیں اور اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے ماتحت آپ کو انڈین یونین کا ہر طرح وفادار اور پُرامن رہنا چاہئیے اور مجھے یقین ہے کہ آپ کا یہی مسلک ہوگا۔ تبلیغ ضرور کریں اور اسلام اور احمدیت کی پُرامن تعلیم کو پُرامن طریق پر لوگوں تک پہنچائیں۔ یہ وہ چیز ہے جس میں کسی حکومت کا قانون روک نہیں بنتا مگر چاہئیے بالتی ھی احسن کے اصول کے ماتحت حکمت اور موعظہ حسنہ سے کام لیں۔ کیونکہ آجکل کے غیر معمولی حالات میں بعض جلد باز افسر بلاوجہ بدظنی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

قادیان کے ساتھ بھی تعلق رکھیں اور امیر جماعت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل دارالمسیح قادیان کو خط لکھتے رہا کریں۔ آپ دونوں ایک ہی حکومت کے باشندے ہیں۔

دہلی کے سب دوستوں کو سلام مسنون پہنچا دیں اور اگر ممکن ہو تو مجھے مطلع فرمائیں کہ دہلی میں اسوقت کتنے احمدی دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو فقط

والسلام

خاکسار ۔ مرزا بشیر احمد

۲۴ ۸/۴۷

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رتن باغ لاہور   [illegible]

۱۲ ۹/۴۷   مکرمی محترمی مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا۔ ڈاکٹر شنکر داس صاحب مہرہ

کے جذبات قابلِ قدر ہیں۔ گو ان کے خیالات میں بعض باتیں قابلِ اصلاح بھی ہیں لیکن یہ بات چنداں قابلِ اعتراض نہیں۔ کیونکہ جو شخص اسلامی تعلیمات کی تفصیل سے آگاہ نہ ہو وہ بعض باتوں میں غلطی کر جاتا ہے لیکن اگر نیت بخیر ہو تو توجہ دلانے پر اصلاح بھی کر لیتا ہے۔ میرے خیال میں آپ انہیں اسلامی اصول کی فلاسفی کا ایک نسخہ دیدیں اور جب وہ اسے پڑھ لیں تو اس کے بعد احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا ایک نسخہ دیدیں انشاء اللہ مفید ہوگا۔ اور ان کے ساتھ تعلقات بھی رکھیں میں ان کے مضمون کو ایڈیٹر صاحب الحکم کے پاس بھجوا رہا ہوں۔ اور ساتھ چند سطروں کا نوٹ بھی دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور حافظ و ناصر رہے۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد

١٢ ٣/٥٠

حضرت قمر الانبیاء کی یاد میں!

(بقیہ صفحہ ۸)

تھا۔ میرے پیغام پر بیٹھک سے باہر تشریف لائے اور ہنس کر پوچھا۔ بیعت کر لی ہے؟ عرض کی حضور کر لی ہے۔ گلے سے لگایا اور ہنس کر یہ شعر پڑھنے لگے ؎

للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست
آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

اس کے بعد تو جوق در جوق لوگ ہمارے علاقہ سے احمدی ہونے شروع ہوئے۔ ہم اکٹھے ہو کر وفود اور قافلوں کی صورت میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی زیارت کے بعد حضرت میاں صاحبؓ کی ملاقات کے لئے آپ کے پاس جایا کرتے تھے۔ مرد، عورتیں اور بچے جن کی تعداد بعض اوقات سو سو تک ہوتی اکٹھے آپ کے کمرہ میں جاتے اور آپ ان قافلوں سے بہت ہی خوش ہوتے۔

کیا ہی عجیب اور پُر لطف تھا وہ زمانہ۔ ہمارے اندر بھی جوش و اخلاص تھا۔ اور "نبیوں کا چاند" بھی پورا ضو فگن تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین +

(طابع و ناشر:- ابوالعطاء جالندھری ✣ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت:- دفتر الفرقان ربوہ)

Monthly "AL-FURQAN" Rabwah

APRIL, MAY 1964

Regd. No. L 5708

QAMAR-UL-ANBIA NUMBER

[illegible] پریس ربوہ میں چھپا